Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ.................25 روپے
سالانہ.................300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ .... ماہِ شعبان میں رمضان کا آغاز .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۸۳) .... حج و عمرہ کے درمیان صفا اور مروہ کی سعی .... // // ۷

درسِ حدیث .... چاشت کی نماز کے فضائل واحکام .... // // ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

صدقۂ فطر سے متعلق چند مختصر مسائل .... مفتی محمد رضوان ۲۱

عید کے دن کے مختصر مسنون ومستحب اعمال .... // // ۲۵

شوّال کے چھ روزوں کے مختصر فضائل واحکام .... // // ۲۶

ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط ۲۱) .... مفتی محمد امجد حسین ۲۹

قماراور جوئے پر مشتمل کاروبار (قسط ۲) .... مفتی منظور احمد ۳۳

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ) (قسط ۹) .... // // ۳۶

ماہِ شعبان: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات .... مولانا طارق محمود ۴۳

صلہ رحمی میں رشتہ داروں کے درجات کا فرق .... مفتی محمد رضوان ۴۶

علم کے مینار .... اسلام سے پہلے دنیا کی علمی حالت .... مفتی محمد امجد حسین ۵۰

تذکرۂ اولیاء: ..... عقلِ خداداد سے روشن ہے زمانہ (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط ۱۳) .... // // ۵۴

پیارے بچو! .... شہد اور شہد کی مکھیاں .... مولانا محمد ناصر ۶۱

بزمِ خواتین .... معاف کرتے رہنا (تیسری وآخری قسط) .... مفتی ابوشعیب ۶۴

آپ کے دینی مسائل کا حل ..... عید کی نماز میں چھ زائد تکبیرات اور اُن کا ثبوت ۶۸

کیاآپ جانتے ہیں؟ .... اچھے اور بُرے خواب (قسط ۲) ...... مفتی محمد رضوان ۸۲

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۱۴) .... ابوجویریہ ۸۵

طب وصحت .... پپیتا .... حکیم محمد ابراہیم شیخ ۸۸

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مولانا محمد امجد حسین ۹۰

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابورملہ ۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

ماہِ شعبان میں رمضان کا آغاز

آج کل ملک کے مختلف حصوں میں رمضان کے آغاز واختتام پر عجیب کشمکش سامنے آتی ہے، اور ملک کے مختلف حصوں میں رمضان کے آغاز اور عید کے اندر اختلاف پیدا ہوجاتا ہے، جبکہ عموماً پاکستان جیسے دیگر ممالک میں ایسی صورتِ حال پیش نہیں آتی، اور انڈیا کا ملک باوجودیکہ پاکستان کے مقابلہ میں غیر معمولی وسیع رقبہ وآبادی پر مشتمل ہے، مگر وہاں بھی اس طرح کی صورتِ حال پیش نہیں آتی۔

اس مرتبہ ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں رمضان کا آغاز شعبان کی تاریخ کے لحاظ سے اٹھائیس تاریخ کے بعد ہوگیا، جبکہ پہلے سے عموماً شعبان کے آغاز یا شعبان کے چاند کی رؤیت اور اس کی تاریخوں میں اختلاف بھی رونما نہیں ہوا تھا۔

یہ طرزِ عمل شرعی تعلیمات اور فقہی اصولوں سے میل نہیں کھاتا۔

کیونکہ شعبان کے آخر میں یعنی رمضان شروع ہونے سے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ [۱]

اور اگر انتیس شعبان کو شرعی اصولوں کے مطابق چاند کی رؤیت نہ ہو سکے، تو پھر شریعت کی طرف سے تیس دن پورے کرنا کا حکم دیا گیا ہے۔ [۲]

اور شریعت نے شعبان کے تیس دن پورے کرنے کا معیار شعبان کے چاند کی معتبر رؤیت کو قرار دیا ہے۔ [۳]

---

[۱] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :لَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ (ابوداؤد، کتاب الصوم ،عن حذیفة)

لَا یَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ أَوْ یَوْمَیْن (بخاری، کتاب الصوم، باب :لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین، عن ابی هریرة)

[۲] قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :لَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ بِیَوْمٍ وَلَا بِیَوْمَیْنِ، إِلَّا أَنْ یُّوَافِقَ ذٰلِكَ صَوْمًا كَانَ یَصُوْمُهٗ أَحَدُكُمْ، صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ، وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ، فَإِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَعُدُّوْا ثَلَاثِیْنَ ثُمَّ أَفْطِرُوْا (ترمذی، ابواب الصوم، بَابُ مَا جَاءَ لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ،عن ابی هریرة)

[۳] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :أَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تَخْلِطُوْا بِرَمَضَانَ إِلَّا أَنْ یُّوَافِقَ ذٰلِكَ صِیَامًا كَانَ یَصُوْمُهٗ أَحَدُكُمْ وَصُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اوراسی وجہ سے جس طرح شوال کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے، اسی طرح اس سے پہلے شعبان اور رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے (ہندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال)

اوراسی وجہ سے اگر کسی دن کے بارے میں رمضان ہونے کا شک ہو، تواس میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنا بھی ممنوع ہے۔ ؎۱

اوراس کی وجہ یہی ہے کہ شریعت نے رمضان کے روزوں کوشعبان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد رمضان کا مہینہ شروع ہونے پر مقرر فرمایا ہے، اور رمضان کے مہینے کے شروع ہونے کی پوری وضاحت بھی اس طرح فرمادی ہے کہ ایک تو یہ قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے، نہ تیس سے زیادہ ہوتا، اور نہ انتیس سے کم، اور اسلامی مہینہ کے انتیس دن گزرنے کے بعد غروب ہونے پر (تیسویں رات میں) چاند کی معتبر رؤیت ہونے پر اگلے مہینے کا آغاز ہوتا ہے، ورنہ بصورتِ دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری کی جاتی ہے۔

دوسرے شریعت نے رمضان کا مہینہ شروع ہونے، بلکہ شعبان کے اختتام سے پہلے ہی رجب کا مہینہ ختم ہونے کے وقت شعبان کے آغاز پر چاند کی حفاظت کے اہتمام کا حکم فرمادیا، تاکہ شعبان کے مہینہ کے دنوں کی تعداد اور رمضان کے مہینے کا چاند دیکھنے کے وقت میں دشواری پیدا نہ ہو۔

پس جب تک شرعی قواعد کے مطابق (شعبان کے انتیس دن گزرنے پر چاند کی معتبر رؤیت اور بصورتِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ تُغْمَى عَلَيْكُمُ الْعِدَّةُ (سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۲۱۷۴، کتاب الصیام، عن ابی ہریرۃ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ ، وَلَا تَصِلُوا رَمَضَانَ بِشَيْءٍ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ " (شرح السنۃ للبغوی، جزء ۱، صفحہ ۴۲۷، باب لا یتقدم شہر رمضان بصوم یوم أو یومین)

؎۱ كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ فَأُتِيَ بِشَاةٍ، فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ : مَنْ صَامَ هَذَا الْيَوْمَ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابنِ حبان، حدیث نمبر ۳۵۹۶، ذِكْرُ الزَّجْرِ عَنْ صَوْمِ الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ أَمِنْ شَعْبَانَ هُوَ أُمْ مِنْ رَمَضَان، عن صلۃ بن زفر)

أَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَنَاسًا مَعَهُ أَتَوْهُمْ بِمَسْلُوخَةٍ مَشْوِيَّةٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ أَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ ، أَوْ لَيْسَ مِنْ رَمَضَانَ ، فَاجْتَمَعُوا وَاعْتَزَلَهُمْ رَجُلٌ ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ : تَعَالَ فَكُلْ ، قَالَ : فَإِنِّي صَائِمٌ ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ : إِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَتَعَالَ فَكُلْ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، کتاب الصوم، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ ، يُصَام ؟ عن ربعی)

Idara Ghufran

دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری ہوکر) رمضان کے مہینے کا آغاز نہ ہو، اور شعبان کی انتیس یا تیس تاریخ ہو، اس وقت میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنا گناہ ہے۔

اور اسی وجہ سے جمہور صحابہ وتابعین اور فقہائے کرام نے فرمایا کہ شک کے دن اور انتیس یا تیس شعبان کو روزہ رکھنا مکروہ وممنوع ہے، بلکہ اگر کوئی شک کے دن میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھے گا، اور بعد میں اسی حساب کو سامنے رکھ کر شرعی اصولوں کے بغیر انتیس یا تیس دن بعد عید منائے گا، تو اس کو بعد میں اس روزے کی قضا کرنی ہوگی (ملاحظہ ہو: ترمذی، تحت حدیث رقم ۶۸۶، ابواب الصوم، باب ما جاء فی کراہیۃ صوم یوم الشک)

اور رمضان اور عید کا معاملہ کیونکہ اجتماعی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اس میں ہر شخص آزاد نہیں ہے، بلکہ شریعت کی طرف سے مقرر کردہ نظام کے تابع ہے۔ [۱]

پس جب تک شرعی اصولوں کے مطابق رمضان کا شروع ہونا ثابت نہ ہو، اس وقت تک رمضان کے روزے سمجھ کر رکھنا شریعت کی نظر میں انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔

اور شرعی اصولوں کو نظر انداز کر کے کسی کا اختلاف کرنا بھی شریعت کی نظر میں بہت برا عمل ہے، اسی وجہ سے اس کی موافقت کے بجائے مخالفت کا حکم ہے، کیونکہ اس میں کئی خرابیاں اور فتنے لازم آتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... مہینے کے شروع اور ختم ہونے میں شرعی اصول وقواعد کی مخالفت (۲)...... شریعت کی طرف سے ایک مہینے کے لئے فرض کردہ روزوں کی مقدار پر زیادتی (۳)...... ایک دو روزے پہلے رکھنے اور رمضان کے آخری دن یا اس سے پہلے عید منا لینے کی صورت میں ایک یا دو فرض روزوں کا ذمہ میں باقی رہ جانا [۲] (۴)...... باطل قوموں کے ساتھ مشابہت، جنہوں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ احکام میں زیادتی واضافہ اور غلو کیا (۵)......شرعی احکام میں تحریف وخلل کا آنا، کہ یہ طرزِ عمل مہینوں اور ان

---

[۱] عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، وَالشَّعْبِيِّ ، أَنَّهُمَا قَالَا :لَا تَصُمْ إِلَّا مَعَ جَمَاعَةِ النَّاسِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۹۵۸۸، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِی الْيَوْمِ الَّذِی يُشَكّ فِيهِ ، يُصَام؟)

أَتَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ ، فَقَالَ :لَعَلَّكَ صَائِمٌ ، لَا تَصُمْ إِلَّا مَعَ الْجَمَاعَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِی الْيَوْمِ الَّذِی يُشَكّ فِيهِ ، يُصَام ؟)

عَنْ عَامِرٍ ؛ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يَقُولُ النَّاسُ إِنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ ، قَالَ :فَقَالَ:لَا تَصُومَنَّ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ ، فَإِنَّمَا كَانَتْ أَوَّلُ الْفُرْقَةِ فِي مِثْلِ هٰذَا (مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۹۵۹۸، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِی الْيَوْمِ الَّذِی يُشَكّ فِيهِ ، يُصَام؟)

[۲] کیونکہ رمضان شروع ہونے سے پہلے روزہ فرض نہیں، اور اگر رکھا جائے تو اس سے فرض ادا نہیں ہوتا۔

کے دنوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے کا سبب ہے، جو کہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا، اور اسے نسیئ کی رسم کہا جاتا تھا (٦)......اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں بعض اوقات شوال کے بجائے رمضان کے مہینے میں ہی کھُلَّم کھُلاّ عید منانا اور کھانا پینا، کہ جب انتیس یا تیس کی تعداد شوال کا چاند نظر آنے سے پہلے ہی پوری ہو جاتی ہے، تو کچھ لوگ رمضان ہی میں عید منا لیتے ہیں (۷)......
اس طرزِ عمل کی وجہ سے امت میں انتشار وافتراق کا ہونا۔

اور ظاہر ہے کہ ان امور میں سے ہر ایک اپنی جگہ مستقل فتنہ اور شرعی منکر ہے، اس لئے شریعتِ مطہرہ نے ان سب فتنوں کا سدِ باب کر دیا۔

اور جب تک مجاز حاکم کی طرف سے شرعی اصولوں کے مطابق رؤیتِ ہلال اور رمضان کے مہینے کے آغاز کا فیصلہ نہ ہو، اس وقت تک مجاز ھیئتِ حاکمہ کی مخالفت کرتے ہوئے کھلے عام رمضان کا روزہ رکھنا اور اس سے بڑھ کر دوسروں کو بھی اس کی دعوت وترغیب دینا منع اور امت میں تفریق وانتشار کا باعث ہے۔

اس لئے شریعت کی طرف سے مجاز حاکم کے فیصلہ کو اس سلسلہ میں اہمیت دی گئی ہے۔

لہٰذا شریعت نے مسلمان حاکم یا قاضی (یا اس کے قائم مقام) کو چاند کی گواہی لینے کے بعد شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے پس جہاں اس کا انتظام ہو وہاں اس کے فیصلے کو ہی اجتماعی اعتبار سے معیار قرار دیا جائے گا (مگر یہ کہ وہ فیصلہ ہی شرعی اصولوں کے خلاف ہو، جس کی تحقیق اہلِ علم حضرات کا کام ہے)

آج کل پاکستان میں ''مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی'' کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی ہے (اور اہلِ علم حضرات کے فتوے کی رو سے عموماً اس کمیٹی کا فیصلہ شرعی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے) پاکستان کی موجودہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی جو رمضان وعیدین اور دیگر قمری مہینوں کے چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کرتی ہے، اس کی حیثیت قضاءِ قاضی کی ہے جو ملک کے باشندگان کے لئے حجتِ شرعیہ ہے، اس لئے اس کے برخلاف باشندگانِ ملک کا انفراداً یا کسی متوازی کمیٹی کے فیصلے کی بنیاد پر چاند کی رؤیت کا عمومی فیصلہ صادر کرنا بالخصوص عید کروا کر روزہ چھڑانا درست نہیں ہے۔ [1]

---

[1] تفصیلی دلائل کے لئے ہماری درج ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں:
(۱) شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام (۲) شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام
(۳) پاکستان کو موجودہ رؤیت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(سورہ بقرہ قسط۸۳، آیت ۱۵۸) مفتی محمد رضوان

حج وعمرہ کے درمیان صفااورمروہ کی سعی

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ(۱۵۸)

ترجمہ: بے شک صفااورمروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب اچھی طرح طواف (سعی) کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے، تو بے شک اللہ قدردان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے (۱۵۸)

تفسیر وتشریح

صفااورمروہ، بیتُ اللہ کے قریب دراصل دو پہاڑیاں تھیں، جن کے درمیان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کی تلاش کے لئے دوڑی تھیں۔

زمانۂ جاہلیت میں مشرکوں نے ان پہاڑیوں پر دو بت رکھ دیئے تھے، اور وہ صفااورمروہ کے درمیان اس عقیدہ کے ساتھ طواف کرتے تھے کہ یہ طواف ان بتوں کی تعظیم کے لئے ہے، اور طواف کے درمیان ان بتوں کا استلام (چوما چاٹی) اور ان کی پوجا پاٹ بھی کرتے تھے۔

جب اسلام آ گیا، تو مسلمانوں نے زمانۂ جاہلیت کی وجہ سے صفااورمروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) کو مکروہ اور ناپسند سمجھا، اور اس میں زمانۂ جاہلیت کی مذکورہ بت پرستی کے ساتھ مشابہت محسوس کی۔

جس پر سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں صفااورمروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) کا حکم دیا گیا، اور بتلایا گیا کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، کیونکہ صفا اور مروہ، شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین واسلام کی نشانیوں میں سے ہیں۔ [۱]

اس آیت کا مقصود یہی ہے، یہ مطلب نہیں کہ حج وعمرہ کے دوران صفااورمروہ کا طواف نہ کیا جائے، تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ حج وعمرہ میں صفااورمروہ کے درمیان سعی کرنا ضروری ہے۔

---

[۱] ''شعائر'' (جو کہ جمع کا صیغہ ہے) ایسی نشانیوں کو کہا جاتا ہے، جو دینِ اسلام کی خاص پہچان اور نشانیاں ہوتی ہیں، اور ان کے ذریعہ سے عام طور پر اسلام اور کفر میں فرق وامتیاز حاصل ہوتا ہے، ان کو اسلامی شعائر بھی کہا جاتا ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

کئی روایات میں اس کی توضیح وتفسیر آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ :قُلْتُ لَهَا :إِنِّي لَأَظُنُّ رَجُلًا، لَوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، مَا ضَرَّهُ، قَالَتْ :لِمَ؟ قُلْتُ :لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ :(إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ)إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَتْ " :مَا أَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِءٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُولُ لَكَانَ :فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، وَهَلْ تَدْرِي فِيمَا كَانَ ذَاكَ؟ إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ أَنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا يُهِلُّونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لِصَنَمَيْنِ عَلٰى شَطِّ الْبَحْرِ، يُقَالُ لَهُمَا إِسَافٌ وَنَائِلَةُ، ثُمَّ يَجِيئُونَ فَيَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحْلِقُونَ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَرِهُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَهُمَا لِلَّذِي كَانُوا يَصْنَعُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَتْ :فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ) إِلٰى آخِرِهَا، قَالَتْ :فَطَافُوا(مسلم رقم الحديث ۱۲۷۷ "۲۵۹")

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ کوئی آدمی اگر (حج وعمرہ کے دوران) صفا ومروہ کے درمیان طواف سعی نہ کرے تو کوئی نقصان نہیں ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں تو جو آدمی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو کوئی حرج نہیں کہ صفاومروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) کرے،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کسی آدمی کا حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک پورا نہیں فرماتے، جب تک کہ وہ صفا مروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) نہ کرے،اور اگر (اس آیت کا مطلب) اس طرح ہوتا،جس طرح آپ کہتے ہیں،تو آیت یوں ہوتی ’’**فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا** ‘‘’’کہ کوئی حرج نہیں جوصفاومروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) نہ کرے‘‘اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی؟ اس کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ جاہلیت کے زمانہ میں سمندر کے ساحل پر انصار دو بتوں کے نام کا احرام باندھتے تھے ان بتوں کو اساف

اور نائلہ کہا جاتا تھا، پھر وہ آتے اور صفاومروہ کے درمیان طواف سعی کرتے پھر حلق کراتے (یعنی سر منڈاتے) تو جب اسلام آیا تو انہوں نے صفاومروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) کو اس وجہ سے کہ جاہلیت کے زمانہ میں وہ اس طرح کرتے تھے، ناپسند کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ’’اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ‘‘آخر تک، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس (آیت کے نازل ہونے) کے بعد مسلمانوں نے (صفاومروہ کی) طواف (یعنی سعی) کی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَتْ عَائِشَةُ :قَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بِهِمَا(مسلم، رقم الحدیث ۱۲۷۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) کو مسنون (یعنی مشروع) فرمایا ہے، تو کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ان کے درمیان طواف (یعنی سعی) کو چھوڑے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَكْرَهُوْنَ أَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، حَتّٰى نَزَلَتْ :إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (مسلم، رقم الحدیث ۱۲۷۸)

ترجمہ: انصار (صحابۂ کرام) صفا اور مروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) کو مکروہ و ناپسند سمجھتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ’’اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا‘‘ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ:

كَانَتِ الشَّيَاطِيْنُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ تَعْزِفُ اللَّيْلَ أَجْمَعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَتْ فِيْهَا آلِهَةٌ لَهُمْ أَصْنَامٌ، فَلَمَّا جَآءَ الْإِسْلَامُ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا نَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَإِنَّهُ شَىْءٌ كُنَّا نَصْنَعُهُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ ".

Idara Ghufran

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ :(فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) " يَقُوْلُ :لَيْسَ عَلَيْهِ إِثْمٌ وَلٰكِنْ لَهُ أَجْرٌ(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۰۷۳) [1]

ترجمہ: جاہلیت میں شیاطین رات کو اڑتے، اور صفا مروہ میں جمع ہوتے تھے، اورانہوں نے وہاں اپنے معبود اور بت رکھے ہوئے تھے، پھر جب اسلام آ گیا، تو مسلمانوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم صفا اور مروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) نہیں کریں گے، کیونکہ یہ ایسی چیز ہے، جس کو ہم جاہلیت کے زمانے میں کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ’’ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ‘‘ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ صفا اور مروہ کی سعی کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ اس پر ثواب ہے (ترجمہ ختم)

اور آیت کے آخر میں جو یہ فرمایا کہ ’’جو کوئی خوشی سے نیکی کرے، تو بے شک اللہ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے‘‘

اس کا مطلب یہی ہے کہ جو کوئی خوشی اور رغبت سے کوئی نیک عمل کرتا ہے، کسی دنیا کی غرض یا غیرُ اللہ کے لئے نہیں کرتا، جیسا کہ صفا اور مروہ کی سعی، تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی قدر فرمائیں گے، اور اس پر اجر وثواب عطا فرمائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی غرض اور غایت وغیرہ سب کا علم ہے، اور اس کے برعکس جو کوئی عمل فاسد غرض سے کرے گا، جیسا کہ بتوں کی تعظیم کے لئے صفا اور مروہ کی سعی، تو اللہ اس کو سزا دیں گے۔

---

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم

درسِ حدیث
مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

چاشت کی نماز کے فضائل واحکام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قول اور فعل سے چاشت کی نماز کی اہمیت اور اس کے عظیم الشان فضائل کا ثبوت ملتا ہے۔اورراجح یہ ہے کہ چاشت کی نماز مستحب ہے۔ [۱]

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَوُصَانِیُ خَلِیُلِی بِثَلاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰی أَمُوُتَ:صَوُمِ ثَلاثَةِ أَیَّامٍ مِنُ کُلِّ شَهُرٍ، وَصَلاةِ الضُّحٰی، وَنَوُمٍ عَلٰی وِتُرٍ (بخاری،رقم الحدیث، ۱۱۷۸،کتاب الجمعة،واللفظ لهٗ، ترمذی، رقم الحدیث ۷۶۰، سنن نسائی،رقم الحدیث ۲۳۶۹)

ترجمہ: مجھے میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ میں انہیں مرتے دم تک نہ چھوڑوں،ایک ہر مہینے میں تین روزے،اور دوسرے چاشت کی نماز،اور تیسرے وتر پڑھ کر سونا(ترجمہ ختم)

اورحضرت ابومرہ رحمہ اللہ(مولیٰ اُمِ ھانی) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَوُصَانِیُ حَبِیُبِیُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ بِثَلاثٍ، لَنُ أَدَعَهُنَّ مَا عِشُتُ: بِصِیَامِ ثَلاثَةِ أَیَّامٍ مِنُ کُلِّ شَهُرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحٰی، وَبِأَنُ لَّا أَنَامَ حَتّٰی أُوُتِرَ (مسلم،حدیث نمبر ۷۲۲، کتاب صلاة المسافرین وقصرها)

---

[۱] ثم اعلم أن صلاة الضحی مستحبة(البنایة شرح الهدایة، ج۲ص ۵۱۹، کتاب الصلاة، باب النوافل)
ولم یذکر المصنف من المندوبات صلاة الضحی للاختلاف فیها فقیل لا تستحب لما فی صحیح البخاری من إنکار ابن عمر لها وقیل مستحبة لما فی صحیح مسلم عن عائشة أنه -علیه السلام -کان یصلی الضحی أربع رکعات ویزید ما شاء وهذا هو الراجح ولا یخالفه ما فی الصحیحین عنها ما رأیت رسول الله -صلی الله علیه وسلم -یصلی سبحة الضحی قط وإنی لأسبحها لاحتمال أنها أخبرت فی النفی عن رؤیتها ومشاهدتها وفی الإثبات عن خبره -علیه السلام -أو خبر غیره عنه أو أنها أنکرتها مواظبة وإعلانا ویدل لذلک کله قولها وإنی لأسبحها وفی روایة الموطإ وإنی لأستحبها من الاستحباب وهو أظهر فی المراد(البحر الرائق، ج۲ص۵۵،کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ترجمہ: مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ میں تادمِ حیات ان کو نہ چھوڑوں، ایک تو ہر مہینے میں تین روزے، اور دوسرے چاشت کی نماز، اور تیسرے یہ کہ میں اس وقت تک نہ سوؤں جب تک وتر نہ پڑھ لوں (ترجمہ ختم)

اس سے چاشت کی نماز کی اہمیت معلوم ہوئی۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يُحَافِظُ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ قَالَ :وَهِيَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۱۸۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاشت کی نماز کی اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے ہی حفاظت کرتے ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والوں کی نماز ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے چاشت کی نماز پڑھنے والوں کی فضیلت معلوم ہوئی، کہ اس کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے ہی کرتے ہیں۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ :يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى (مسلم، رقم الحديث ۷۲۰، باب فضل صلاة الصبح، واللفظ لهٗ، سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۱۲۸۶ ،مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۴۷۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح تم میں سے (جسم کے) ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ واجب ہے، اور ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تحمید (یعنی الحمد للہ) صدقہ ہے، اور ہر تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تکبیر (یعنی اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور امر بالمعروف صدقہ ہے، اور نہی عن المنکر صدقہ ہے، اور اس (ہر جوڑ کے واجب صدقہ) کی

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه بهذا اللفظ.

طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کفایت کر دیتی ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ :فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ، مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا :وَمَنْ يُّطِيقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ :النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُكَ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۵۲۴۲،واللفظ لهٗ،مسند احمد،رقم الحدیث ۲۲۹۹۸،صحیح ابنِ حبان،رقم الحدیث ۲۵۴۰) ۱؎

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سنا کہ انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور انسان پر ہر ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ واجب ہے، صحابۂ کرام نے نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اس (ہر جوڑ کے بدلہ میں واجب صدقہ کو ادا کرنے) کی کون طاقت رکھتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں بلغم کو دفن کرنا، اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، اور اگر اسے نہ پائیں تو چاشت کی دو رکعتوں کا پڑھنا آپ کو اس صدقہ کی طرف سے کفایت کر دے گا (ترجمہ ختم)

اس سے چاشت کی نماز کی صرف دو رکعتوں کے پڑھنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی، کہ وہ جسم کے تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے واجب صدقہ کی کفایت کر دیتی ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلَّى الضُّحَى أَرْبَعًا، وَقَبْلَ الْأُوْلٰى أَرْبَعًا بُنِيَ لَهٗ بِهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۷۵۳) ۲؎

۱؎ فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوى من أجل حسين -وهو ابن واقد المروزى- فقد روى له البخارى تعليقاً وفى "الأدب المفرد "ومسلم متابعة وأصحاب السنن، وهو صدوق لا بأس به، وباقى رجال الإسناد ثقات من رجال الصحيح .زيد :هو ابن الحُباب .

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان، حواله بالا)

۲؎ قال الالبانى: "من صلى الضحى أربعا وقبل الأولى أربعا، بنى له بيت فى الجنة ."رواه الطبرانى فى " الأوسط (۱/ ۵۹من ترتيبه) عن سهل بن عثمان حدثنا إبراهيم بن محمد الهمدانى عن عبد الله بن عياش عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں، اور چار رکعت (ظہر سے) پہلے کی پڑھیں، تو اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز کی چار رکعتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ جنت میں محل تیار فرما دیتے ہیں۔ اسی قسم کی فضیلت پانچ نمازوں کے ساتھ سنتِ مؤکدہ کی بارہ رکعتوں کے بارے میں بھی آئی ہے، اور ظاہر ہے کہ چار مؤکدہ سنتیں ظہر سے پہلے ہی ہیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَأَعْظَمُوا الْغَنِيمَةَ، وَأَسْرَعُوا الْكَرَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا رَأَيْنَا بَعْثًا قَطُّ أَسْرَعَ كَرَّةً، وَلَا أَعْظَمَ مِنْهُ غَنِيمَةً مِنْ هٰذَا الْبَعْثِ، فَقَالَ :أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَسْرَعَ كَرَّةً مِنْهُ، وَأَعْظَمَ غَنِيمَةً؟ رَجُلٌ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ تَحَمَّلَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيهِ الْغَدَاةَ، ثُمَّ عَقَّبَ بِصَلَاةِ الضَّحْوَةِ، فَقَدْ أَسْرَعَ الْكَرَّةَ، وَأَعْظَمَ الْغَنِيمَةَ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۶۵۵۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو بھیجا، اس لشکر نے (جہاد کے ذریعہ) بہت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أبی بردة عن أبی موسی مرفوعا .وقال " :لم يروه عن أبی بردة إلا ابن عياش، ولا عنه إلا إبراهيم، تفرد به سهل ."قلت :وهو ثقة من رجال مسلم .وإبراهيم بن محمد هو -فيما أرى- ابن مالک بن زبيد الهمدانی الخيوانی، عم هارون بن إسحاق، ترجمه ابن أبی حاتم (1/ 1/ 129) وقال ": سألت أبی عنه؟ فقال :لا بأس به ."وعبد الله بن عياش متوسط الحال، أخرج له مسلم فی الشواهد وهو صدوق يغلط كما فی " التقريب ."فالإسناد حسن .والله أعلم .والمراد بـ (الأولی) صلاة الظهر فيما يبدو لی .والله أعلم (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۳۴۹)

[1] چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ :أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ "(ترمذی، حديث نمبر ۴۱۴، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجه، حديث نمبر ۱۱۴۰، نسائی، حديث نمبر ۱۷۹۵، مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۶۰۲۸)

[2] قال المنذری: رواه أبو يعلى ورجال إسناده رجال الصحيح والبزار وابن حبان فی صحيحه وبين البزار فی روايته أن الرجل أبو بكر رضی الله عنه وقد روى هذا الحديث الترمذی فی الدعوات من جامعه من حديث عمر بن الخطاب رضی الله عنه وتقدم (الترغيب والترهيب، ج ۱ ص ۲۶۵)

وقال الهيثمی: رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۲۳۵)

سا مالِ غنیمت حاصل کیا، اور جلدی فتح یاب ہوکر لوٹا، تو ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے کوئی لشکر اس لشکر کے مقابلہ میں جلدی فتح یاب ہوکر لوٹنے، اور زیادہ مالِ غنیمت حاصل کرنے والا نہیں دیکھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے زیادہ جلدی فتح یاب ہوکر لوٹنے، اور زیادہ غنیمت حاصل کرنے والا عمل نہ بتلا دوں؟ جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا، اور اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ مسجد کی طرف گیا، اور وہاں جاکر (باجماعت) فجر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد (جب سورج طلوع ہوکر مکروہ وقت گزر گیا، تو) چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں، تو یہ شخص (اس لشکر سے بھی زیادہ) جلدی فتح یاب ہوکر لوٹنے اور زیادہ غنیمت حاصل کرنے والا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے ملتا جلتا مضمون بعض دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس حدیث سے چاشت کی چار رکعتوں کے ذریعہ سے عظیم الشان اجر وثواب کا حاصل ہونا معلوم ہوا۔

---

[1] عن أبی هريرة رَضِیَ اللهُ عَنهُ ,قال بينما النبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جالس وأبو بَكر رَضِیَ اللهُ عَنهُ وابن مسعود ومعاذ بن جبل ونعيم بن سلامة إذ قدم بريد علی النبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من بعث بعثه فقال أبو بَكر رضی الله عنه يا رسول الله ما رأيت بعثا أسرع إيابا ولا أكثر مغنما من هؤلاء فقال النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بكر ألا أدلک علی ما هو أسرع إيابا وأفضل مغنما من صلی الغداة فی جماعة ثم ذكر الله حَتَّی تَطْلُعَ الشَّمْسُ(مسند البزار، رقم الحديث ۹۳۱۴، معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ۶۳۹۴)

قال البوصيری:وله شاهد من حديث عمر بن الخطاب رواه الترمذی فی الدعوات(اتحاف الخيرة المهرة، ج ا ص ۳۰۹)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ :بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَغَنِمُوا، وَأَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ، فَتَحَدَّثَ النَّاسُ بِقُرْبِ مَغْزَاهُمْ، وَكَثْرَةِ غَنِيمَتِهِمْ، وَسُرْعَةِ رَجْعَتِهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَی أَقْرَبَ مِنْهُ مَغْزًی ، وَأَكْثَرَ غَنِيمَةً، وَأَوْشَكَ رَجْعَةً ؟ مَنْ تَوَضَّأَ، ثُمَّ غَدَا إِلَی الْمَسْجِدِ لِسُبْحَةِ الضُّحَی، فَهُوَ أَقْرَبُ مَغْزًی، وَأَكْثَرُ غَنِيمَةً، وَأَوْشَكُ رَجْعَةً "(مسند احمد، رقم الحديث ۶۶۳۸)

فی حاشية مسند احمد:حسن لغيره، ابنُ لهيعة -وهو عبد الله -قد تابعه ابنُ وهب عند الطبرانی فی "المعجم الكبير "فيما ذكره الهيثمی فی "مجمع الزوائد 2/235"، قال :ورجال الطبرانی ثقات، لأنه جعل بدل ابن لهيعة ابن وهب.

وقال البوصيری:رواه أبو يعلی وأحمد بن حنبل بسند فيه ابن لهيعة، ورواه الطبرانی فی معجمه بإسناد جيد.وله شاهد من حديث عمر بن الخطاب ومن حديثهما أبی هريرة(اتحاف الخيرة المهرة، ج۲ص ۴۰۱)

وقال المنذری:رواه أحمد من رواية ابن لهيعة والطبرانی بإسناد جيد(الترغيب والترهيب، ج ا ص ۲۶۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قولی احادیث کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل وعمل سے بھی چاشت کی نماز کا ثبوت ملتا ہے۔
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ الضُّحٰى (مسند احمد،رقم الحديث ۶۸۲،واللفظ لهٔ،مسند الطيالسى، رقم الحديث ۱۲۹) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس کے علاوہ دیگر سندوں سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت کی نماز پڑھنے کی احادیث مروی ہیں۔ [۲]
گزشتہ احادیث وروایات سے چاشت کی نماز کی انتہائی عظیم الشان فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

نمازِ چاشت کی رکعات

اور چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں،اور احادیث سے چاشت کی چار، چھ اور آٹھ رکعت پڑھنے کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ :بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَغَنِمُوا وَأَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ، فَتَحَدَّثَ النَّاسُ بِقُرْبِ مَغْزَاهُمْ، وَكَثْرَةِ غَنِيمَتِهِمْ، وَسُرْعَةِ رَجْعَتِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَقْرَبَ مِنْكُمْ مَغْزًى، وَأَكْثَرَ غَنِيمَةً، وَأَوْشَكَ رَجْعَةً؟، مَنْ تَوَضَّأَ ثُمَّ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لِسُبْحَةِ الضُّحٰى، فَهُوَ أَقْرَبُ مَغْزًى، وَأَكْثَرُ غَنِيمَةً، وَأَوْشَكُ رَجْعَةً(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۰)

قال الهيثمي:رواه أحمد والطبراني في الكبير، وفيه ابن لهيعة وفيه كلام، ورجال الطبراني ثقات لأنه جعل بدل ابن لهيعة ابن وهب(مجمع الزوائد ج۲ص۲۳۵)

[۱] في حاشية مسند احمد: إسناده قوي، سليمان بن داود هو أبو داود الطيالسي الحافظ من رجال مسلم ومن فوقه من رجال الصحيحين غير عاصم بن ضمرة فقد روى له الأربعة وهو صدوق.

[۲] عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ " :أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي بَيْتِهِ سُبْحَةَ الضُّحٰى، فَقَامُوا وَرَاءَهُ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ(مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۷۷۳،واللفظ لهٔ، صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۱۲۳۱)

في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين .عثمان بن عمر :هو ابن فارس العبدي، ويونس :هو ابن يزيد الأيلي.

وقال الهيثمي:رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۵)

حَدَّثَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ :أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۵۷۱)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير وإسناده حسن(مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۸)

Idara Ghufran

بھی ثبوت ہے۔ ۱؎

اور بعض روایات میں بارہ رکعت کا بھی ذکر ہے۔ ۲؎

۱؎ دو، اور چار رکعت کی روایات تو پہلے گزر چکی ہیں، اور اس سے زیادہ رکعت کا ذکر مندرجہ ذیل روایات میں ہے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي الرِّشْكَ، حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، كَمْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ الضُّحَى؟ قَالَتْ :أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ (مسلم، رقم الحديث ۷۱۹، باب عدد ركعات الضحى)

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ :سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، يَقُولُ :مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِءٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ :إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ (بخاری، رقم الحديث ۱۱۷۶)

عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ :خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى حَرَّةِ بَنِي مُعَاوِيَةَ فَصَلَّى الضُّحَى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ طَوَّلَ فِيهِنَّ (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۷۹۰۰)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي، فَصَلَّى الضُّحَى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۵۳۱)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرِضُ عَلَيْهِ بَعِيرًا لِي، فَرَأَيْتُهُ صَلَّى الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۷۲۴، التاريخ الكبير للبخاری، رقم الحديث ۱۸۱)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ، إِنَّ أُمَّ هَانِءٍ :أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمَكَّةَ لِبَعْضِ حَاجَاتِهَا، فَوَجَدَتْهُ يُصَلِّي الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۴۱۰)

قال الهيثمي: رواهما الطبراني في الأوسط من رواية محمد بن قيس عن جابر وقد ذكره ابن حبان في الثقات (مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۸)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ، فَمَا تَرَكْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ الْحَسَنُ :وَمَا تَرَكْتُهُنَّ بَعْدُ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۲۷۶)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه سعيد بن مسلمة الأموي ضعفه البخاري وابن معين وجماعة وذكره ابن حبان في الثقات وقال :يخطء (مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۷)

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ (الترغيب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاهين، رقم الحديث ۱۱۹)

۲؎ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ :حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ فُلَانِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمِّهِ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ (ترمذی، رقم الحديث ۴۷۳)

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ :يَا عَمَّاهُ أَوْصِنِي، قَالَ :سَأَلْتَنِي كَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :إِنْ صَلَّيْتَ الضُّحَى رَكْعَتَيْنِ لَمْ تُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَإِنْ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی وجہ سے فقہائے کرام نے چاشت کی کم ازکم دورکعت اورزیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت، اوربعض نے زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت کا ذکرفرمایاہے۔ [۱]

لہٰذا چاشت کی دورکعت پڑھنا بھی جائز ہے،اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے،اوراگرکوئی اس سے زیادہ مثلاً چھ،آٹھ یادس یابارہ رکعت پڑھے تو بھی نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صَلَّيْتَ أَرْبَعًا كُنْتَ مِنَ الْعَابِدِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَ سِتًّا لَمْ يَلْحَقْكَ ذَنْبٌ، وَإِنْ صَلَّيْتَ ثَمَانِيًا كُتِبْتَ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ بُنِيَ لَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ(مسند البزار، رقم الحديث ۳۸۹۰)

قال الهيثمي:رواه البزار، وفيه حسين بن عطاء ضعفه أبو حاتم وغيره وذكره ابن حبان فى الثقات وقال : يخطء ويدلس(مجمع الزوائد ج۲ص۲۳۷)

عن عبد الله بن عمرو السهمي يرفعه إلى أبى الدرداء يرفعه إلى النبى صلى الله عليه وسلم قال من صلى الضحى سجدتين لم يكتب من الغافلين ومن صلى أربعا كتب من القانتين ومن صلى ستا كفى ذلک اليوم ومن صلى ثمانيا كتبه الله من العابدين ومن صلى ثنتى عشرة ركعة بنى الله له بيتا فى الجنة (السنن الصغرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۸۵۶)

وأما ما ورد من قوله صلى الله عليه وسلم ففيه زيادة على ذلک كحديث أنس مرفوعا من صلى الضحى ثنتى عشرة ركعة بنى الله له قصرا فى الجنة أخرجه الترمذى واستغربه وليس فى إسناده من أطلق عليه الضعف وعند الطبرانى من حديث أبى الدرداء مرفوعا من صلى الضحى ركعتين لم يكتب من الغافلين ومن صلى أربعا كتب من التائبين ومن صلى ستا كفى ذلک اليوم ومن صلى ثمانيا كتب من العابدين ومن صلى ثنتى عشرة بنى الله له بيتا فى الجنة وفى إسناده ضعف أيضا وله شاهد من حديث أبى ذر رواه البزار وفى إسناده ضعف أيضا ومن ثم قال الرويانى ومن تبعه أكثرها ثنتا عشرة وقال النووى فى شرح المهذب فيه حديث ضعيف كأنه يشير إلى حديث أنس لكن إذا ضم إليه حديث أبى ذر وأبى الدرداء قوى وصلح للاحتجاج به ونقل الترمذى عن أحمد أن أصح شىء ورد فى الباب حديث أم هانىء وهو كما قال(فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ص۵۴، كتاب التطوع، قوله باب من لم يصل الضحى)

[۱] وظاهر ما فى المنية يدل على أن أقلها ركعتان وأكثرها ثنتا عشرة ركعة لما رواه الطبرانى فى الكبير عن أبى الدرداء قال قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من صلى الضحى ركعتين لم يكتب من الغافلين ومن صلى أربعا كتب من العابدين ومن صلى ستا كفى ذلک اليوم ومن صلى ثمانيا كتبه الله من القانتين ومن صلى اثنتى عشرة ركعة بنى الله له بيتا فى الجنة وما من يوم وليلة إلا ولله من يمن به على عباده وصدقة وما من الله على أحد من عباده أفضل من أن يلهمه ذكره قال المنذرى ورواته ثقات(البحرالرائق، ج۲ص۵۵،كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

أما حكم المسألة فقال أصحابنا صلاة الضحى سنة مؤكدة وأقلها ركعتان وأكثرها ثمان ركعات هكذا قاله المصنف والأكثرون وقال الروياتى والرافعي وغيرهما أكثرها اثنتى عشرة ركعة وفيه حديث فيه ضعف سنذكره إن شاء الله تعالى وأدنى الكمال أربع وأفضل منه ست قال اصحابنا ويسلم من كل ركعتين وينوى ركعتين من الضحى(المجموع شرح المهذب، ج۴ص۳۶، باب صلاة التطوع)

Idara Ghufran

نمازِ چاشت کا وقت

نمازِ چاشت کا وقت سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر شروع ہو جاتا ہے، البتہ چاشت کی نماز کو کچھ تاخیر سے مگر زوال سے پہلے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ ۱

۱ عَنْ سَعِيدِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ :رَآنِی أَبُو بَشِيرٍ الْأَنْصَارِیُّ، صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُصَلِّی صَلَاةَ الضُّحَى حِينَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَعَابَ ذَلِکَ عَلَیَّ، وَنَهَانِی، ثُمَّ قَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَا تُصَلُّوا حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ فِی قَرْنَیِ الشَّيْطَانِ(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۸۸۹)

عَنْ أَبِی رَمْلَةَ الْأَزْدِیِّ، عَنْ عَلِیٍّ :أَنَّهُ رَآهُمْ يُصَلُّونَ الضُّحَى عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَقَالَ :هَلَّا تَرَكُوهَا حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيدُ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ، صَلَّوْهَا فَذَلِکَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۷۸۸۶، کتاب الصلاة، باب أی ساعة تُصلّی الضُّحی)

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ نَافِذٍ :أَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ فَرَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ الضُّحَى عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَقَالَ :مَا لَهُمْ نَحَرُوهَا نَحَرَهُمَ اللَّهُ فَهَلَّا تَرَكُوهَا حَتَّى إِذَا كَانَتْ بِالْجَبِينِ صَلَّوْا فَتِلْکَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ(مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۷۸۸۹، کتاب الصلاة، باب أی ساعة تُصلّی الضُّحی)

والضحى بالضم والقصر شروقه، وبه سمى صلاة الضحى، والضحاء بالفتح والمد هو إذا علت الشمس إلى زيغ الشمس فما بعده، وقيل :وقت الضحى عند مضى ربع اليوم إلى قبيل الزوال، وقيل :هذا وقته المتعارف، وأما وقته فوقت صلاة الإشراق، وقيل:الإشراق أول الضحى(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۷۷،باب صلاة الضحى)

ولم أر بيان أول وقتها وآخره لمشايخنا هنا ولعلهم تركوه للعلم به وهو أنه من ارتفاع الشمس إلى زوالها كما لا يخفى ثم رأيت صاحب البدائع صرح به فى كتب الأيمان فيما إذا حلف ليكلمنه الضحى فقال أنه من الساعة التى تحل فيها الصلاة إلى الزوال وهو وقت صلاة الضحى اهـ(البحرالرائق، ج۲ص۵۵،کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(ومن المندوبات صلاة الضحى) وأقلها ركعتان وأكثرها ثنتا عشرة ركعة ووقتها من ارتفاع الشمس إلى زوالها(الفتاوىٰ الهندية، ج۱ص۱۱۲، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

ووقتها من ارتفاع الشمس إلى وقت الزوال وقال صاحب الحاوى ووقتها المختار إذا مضى ربع النهار لحديث زيد بن أرقم أن رسول الله -عَلَيْهِ السَّلَامُ -قال صلاة الأوابين حين ترمض الفصال رواه مسلم .قوله ترمض بفتح التاء والميم أى حين يترک الفصال من شدة الحر فى إخفافها، وفى حديث أم هانء -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا -أنه -عَلَيْهِ السَّلَامُ -صلاها ثمانى ركعات، متفق عليه، وعن أبى هريرة عن النبى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -قال إن فى الجنة بابا يقال له باب الضحى، فإذا كان يوم القيامة ينادى منادى أين الذين كانوا يديمون صلاة الضحى؟ هذا بابكم فادخلوه برحمة الله(البناية شرح الهداية، ج۲ص۵۱۹، كتاب الصلاة، باب النوافل)

ووقتها من ارتفاع الشمس إلى الزوال قال صاحب الحاوى وقتها المختار قال إذا مضى ربع النهار لحديث زيد بن أرقم رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلاة الأوابين حين ترمض الفصال رواه مسلم ترمض بفتح التاء والميم والرمضاء الرمل الذى اشتدت حرارته من الشمس أى حين يبول الفصلان من شدة الحر فى أخفافها(المجموع شرح المهذب، ج۴ص۳۶، باب صلاة التطوع)

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى قَوْمٍ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِيْ مَسْجِدِ قُبَآءَ حِيْنَ أَشْرَقَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ إِذَا رَمِضَتِ الْفِصَالُ (صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ١٢٢٧،واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٥١١٠،صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٢٥٣٩، مسلم، رقم الحديث ٧٤٨) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اور وہ سورج کے روشن ہونے (یعنی مکروہ وقت گزرنے کے بعد اشراق کا وقت شروع ہونے) کے وقت مسجدِ قباء میں (چاشت کی) نماز پڑھ رہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے، جب اونٹ کے بچوں کے پیر جلنے لگ جائیں (ترجمہ ختم)

اونٹ کے بچوں کے پیر جلنے کا مطلب یہ ہے کہ دھوپ میں تیزی پیدا ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد جب مکروہ وقت گزر جائے، چاشت کی نماز کا پڑھنا جائز ہو جاتا ہے، کیونکہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس وقت چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ البتہ چاشت کی نماز کچھ تاخیر سے، جب دھوپ میں تیزی پیدا ہو جائے، زوال سے پہلے پہلے پڑھنا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت چاشت کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت و ترغیب بیان فرمائی ہے۔ ؎۲

؎۱ قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرطهما(حاشية صحيح ابنِ حبان)

؎۲ وهذا يدل على جواز صلاة الضحى عند الإشراق لأنه لم ينههم عن ذلك ولكن أعلمهم أن التأخير إلى شدة الحر صلاة الأوابين قوله "إذا رمضت الفصال "هو أن تحمى الرمضاء وهى الرمل فتبرك الفصال من شدة حرها وإحراقها أخفافها(عمدة القارى، ج۷ص ۲۴۰، كتاب التطوع،باب صلاة الضحى فى السفر) (صلاة الأوابين) بالتشديد أى الرجاعين إلى الله بالتوبة والإخلاص فى الطاعة وترك متابعة الهوى (حين ترمض) بفتح التاء والميم وفى رواية لمسلم إذا رمضت (الفصال) أى حين تصيبها الرمضاء فتحرق أخفافها لشدة الحر فإن الضحى إذا ارتفع فى الصيف يشتد حر الرمضاء فتحرق أخفاف الفصال لمماستها وإنما أضاف الصلاة فى هذا الوقت إلى الأوابين لأن النفس تركن فيه إلى الدعة والاستراحة فصرفها إلى الطاعة والاشتغال فيه بالصلاة رجوع من مراد النفس إلى مرضاة الرب ذكره القاضى .وقال ابن الأثير :المراد صلاة الضحى عند الارتفاع واشتداد الحر واستدل به على فضل تأخير الضحى إلى شدة الحر(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۰۷۲)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

صدقۂ فطر سے متعلق چند مختصر مسائل

مسئلہ:......صدقۂ فطر وزن کے اعتبار سے چار قسم کی چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے ادا کرنا جائز ہے، اور وہ چار چیزیں یہ ہیں:

(۱)......ایک صاع کشمش (۲)......ایک صاع کھجور (یا چھوارا)

(۳)......ایک صاع جَو (۴)......آدھا صاع گندم (یا گیہوں)

مسئلہ:...... صاع عرب میں اُس زمانے میں ناپنے کا پیمانہ تھا، ایک صاع چار مُد کا ہوتا تھا تو دومُد آدھے صاع کے برابر ہوئے۔

اور صاع کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، کہ وہ کتنے وزن کا ہوتا ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک صاع، آٹھ عراقی رِطلوں کے برابر ہوتا ہے۔

جبکہ امام ابویوسف اور دیگر فقہائے کرام علیہم الرحمہ کے نزدیک ایک صاع، پانچ رِطلوں اور تہائی رطل کا ہوتا ہے۔

ہمارے مروّجہ وزن کے لحاظ سے آدھا صاع اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق پونے دوسیر (یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام) اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق سوا دوسیر (یعنی دوکلو سو گرام) کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

اور ایک صاع اس مذکورہ وزن کا دوگنا ہے یعنی ساڑھے تین سیر (یعنی تین کلو اور دوسو چھیاسٹھ گرام) اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق ساڑھے چار سیر (یعنی چار کلو دوسو گرام) ہے۔[۱]

---

[۱] آدھے صاع کا وزن اکثر علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اسّی تولہ یا سولہ چھٹانک فی سیر کے اعتبار سے پونے دوسیر ہے، کلو سیر سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے (عمدۃ الفقہ حصہ سوم ص ۱۷۰)

ایک چھٹانک میں اٹھاون (58) گرام اور تین سو (300) ملی گرام ہوتے ہیں، اس حساب سے ایک سیر سے مراد نو سو تینتیس (933) گرام کا سیر ہے، اور کلو ہزار (1000) گرام کا ہوتا ہے۔

اور امداد المفتین میں ہے:

علامہ شامی نے جو وزن صاع کا لکھا ہے، اس حساب سے وزن پورے صاع کا تقریباً ساڑھے تین سیر ہوتا ہے، اور نصف صاع پونے دوسیر (امداد المفتین صفحہ ۴۵۲، کتاب الزکاۃ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:...... صدقۂ فطر کی ادائیگی سے متعلق جن چار اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے (یعنی ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور و چھوارا، یا ایک صاع جَو، یا آدھا صاع گندم) اُن میں سے کسی بھی چیز کو بعینہٖ یا اُن میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کو ادا کرنا درست ہے۔ اور ان میں سے کسی چیز کی قیمت نقدی کی صورت میں ادا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس سے غریب و مستحق کی ہر قسم کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

مسئلہ:...... اگر کسی کو حیثیت ہے، تو اس کو گندم کے ذریعہ سے پورا ایک صاع، یا اس کی قیمت دینے میں زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ:...... احادیث کی رُو سے ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور و چھوارا، یا ایک صاع جَو، یا آدھا صاع گندم یا ان میں سے کسی کی قیمت ادا کرنے سے صدقۂ فطر ادا ہوجاتا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ مالیت کے زیادہ ہونے سے ثواب میں اضافہ ہوجاتا ہے؛ کیونکہ زیادہ مالیت سے غریبوں اور فقیروں کا زیادہ فائدہ اور نفع ہوتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی خاص ایک چیز سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی پابندی نہیں لگائی، اور ایک سہولت یہ بھی دی گئی کہ اگر کوئی ان چیزوں کے بجائے ان میں سے کسی ایک چیز کی مالیت کی کوئی اور چیز دینا چاہے مثلاً چاول، مکئی، باجرہ، چنا، دال، پنیر، دودھ وغیرہ یا نقد رقم دینا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

فرق اتنا ہے کہ اگر مذکورہ چار چیزوں میں سے کوئی چیز دینا چاہے تو اس میں خاص وزن کی پابندی ہے۔ لیکن ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز دینا چاہے یا نقد رقم دینا چاہے تو مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی بھی ایک چیز کے مذکورہ وزن کی مالیت کو بنیاد بنایا جائے گا۔

چنانچہ اگر کوئی ایک صاع کشمش کے بجائے نقدی دینا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع کشمش آتی اتنی رقم ادا کرے، اور اگر کھجور کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور امداد الاحکام میں ہے:

نصف صاع کا وزن پونے دو سیر ہے (امداد الاحکام جلد۲ صفحہ۴۵)

اور بعض حضرات نے سوا دو سیر کو ترجیح دی ہے (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ جلد۴ صفحہ ۳۸۵، رسالہ ''بسط الباع لتحقیق الصاع'')

صدقۂ فطر سال میں ایک مرتبہ دینا ہوتا ہے، لہٰذا اگر زیادہ وزن والوں کی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے ادا کیا جائے تو کوئی مشکل کام نہیں، اس صورت میں مذکورہ تمام حضرات کی تحقیق کے مطابق بھی عمل ہوجائے گا۔ اور زیادہ ہونے کی صورت میں نفلی صدقہ بن جائے گا۔

کھجور آتی ہے، اتنی رقم ادا کردے، اور اگر جَو سے ادا کرنا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کا ایک صاع جَو آتا ہے، اتنی رقم صدقہ کردے۔

اور اگر گندم کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو جتنی رقم کی آدھا صاع گندم آتی ہے، اتنی رقم ادا کردے۔

آج کل کم علمی کی وجہ سے اوّلاً تو بہت سے لوگوں کو صدقۂ فطر کے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں کہ اس میں شریعت کی طرف سے کیا کیا چیزیں مقرر کی گئی ہیں، بس وہ رقم کو ہی اصل مقصود سمجھتے ہیں، حالانکہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ رقم یا نقدی تو مذکورہ اشیاء کا بدل ہے، اصل نہیں، اصل تو یہی مذکورہ اشیاء ہیں۔

دوسرے اگر کسی کو معلوم بھی ہوتا ہے تو صرف گندم کا علم ہوتا ہے، باقی تین اشیاء کا علم ہی نہیں ہوتا۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر بڑے سے بڑا امیر وغریب شخص گندم ہی کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کرتا ہے۔

جبکہ زیادہ مالیت والی چیز یا اس کی قیمت سے صدقۂ فطر کی ادائیگی زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

پس اگر صاحبِ حیثیت لوگ فی کس ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور، یا اس کی مالیت سے صدقۂ فطر ادا کریں، تو زیادہ اجر وثواب اور زیادہ فائدہ کا باعث ہے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مذکورہ تمام اشیاء سامنے رکھ کر اپنی حسبِ حیثیت ہر شخص بڑھ چڑھ کر صدقۂ فطر ادا کرنے کی کوشش کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔

اہلِ علم حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو صدقۂ فطر کی مذکورہ پوری اور مکمل تفصیل بتلائیں اور زیادہ مالیت والی چیز کے اعتبار سے نقد رقم دینے کی زیادہ فضیلت بھی بتلائیں۔

مسئلہ:...... اگر کوئی شخص احادیث میں بیان کردہ چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، کپڑے، یا کسی دوسری ضرورت کی چیز سے، تو یہ بھی جائز ہے، مگر اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اتنی مالیت ومقدار کی چیز سے ادا کیا جائے کہ اس کی مقدار احادیث میں بیان کردہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی مالیت کے برابر ہوجائے۔

مسئلہ:...... صدقۂ فطر اگر گندم کے بجائے، اس کے آٹے سے ادا کیا جائے اور آدھا صاع آٹے کی قیمت آدھا صاع گندم کی قیمت سے زیادہ یا اس کے برابر ہو تو آدھا صاع آٹا ادا کرنے میں بھی حرج

نہیں، لیکن اگر آدھا صاع آٹے کی قیمت، آدھے صاع گندم کی قیمت سے کم ہو، تو پھر آٹا اتنی مقدار میں ادا کرنا چاہیے کہ اس کی مالیت آدھے صاع گندم کے برابر ہوجائے (آج کل بعض بازاری آٹوں میں ملاوٹ کی وجہ سے اس کی قیمت گندم سے کم ہوتی ہے)

اسی طرح جَو کا بھی معاملہ ہے کہ اگر کوئی جَو کے آٹے سے صدقۂ فطر ادا کرے، تو جَو کا آٹا اتنی مقدار میں ہونا چاہیے کہ اس کی قیمت ایک صاع جَو سے کم نہ ہو۔

مسئلہ:...... اگر کوئی شخص قیمت سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہتا ہے تو جہاں وہ شخص رہتا ہے وہیں کے اعتبار سے قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اور اگر صدقۂ فطر ادا کرنے والا ایک جگہ ہے اور وہ کسی دوسری جگہ اپنا صدقۂ فطر بھیج کر رقم کے ذریعہ سے ادا کرنا چاہتا ہے، تو بھی اپنی جگہ کی قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے۔

تاہم اگر اپنی جگہ کی قیمت کم ہے، اور جہاں صدقۂ فطر بھیج رہا ہے، وہاں کی قیمت زیادہ ہے، تو افضل یہ ہے کہ دوسری جگہ کی قیمت کے اعتبار (ویلیو) کے لحاظ سے ادا کیا جائے (لانہ انفع للفقراء) اگرچہ گنجائش اس کی بھی ہے کہ اپنے مقام کے اعتبار سے ادائیگی کرے۔

مسئلہ:...... اگر کوئی شخص ایسے مقام پر رہتا ہے، یا عید کے دن ایسے مقام پر ہے، کہ وہاں کھجور، کشمش، جَو اور گندم کسی چیز کا وجود یا استعمال نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہاں بعینہٖ صدقۂ فطر میں ان چیزوں کو دینا یا ان کی قیمت و مالیت کا حساب لگانا مشکل ہے، تو اپنے قریب تر علاقہ میں (جہاں یہ چیزیں موجود و استعمال میں ہیں) کے حساب سے ادا کرے۔

مسئلہ:...... مذکورہ چار اشیاء میں سے جس چیز کے ساتھ کوئی صدقۂ فطر ادا کرنا چاہتا ہے اور وہ چیز اعلیٰ وادنیٰ کے لحاظ سے مختلف نوعیت کی مالیت کی ہو تو درمیانے درجے کی چیز یا اس کی قیمت کے اعتبار سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے، اور اعلیٰ نوعیت کی چیز یا اس کی قیمت سے ادا کرنا افضل ہے، تاکہ اللہ کے راستہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ مال جائے۔

اور ادنیٰ و گھٹیا نوعیت یا اس کی قیمت کے اعتبار سے ادا کرنا ناجائز یا کم از کم خلافِ احتیاط ہے۔

صدقۂ فطر کی قیمت کو متعین کر کے اس لیے نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ زمانے اور مقام اور اشیاء کی مالیت کے لحاظ سے کم، زیادہ ہوسکتی ہے؛ اس لیے جس چیز کی مالیت کے اعتبار سے ادا کیا جائے، اس وقت اُس کی قیمت دیکھ لینی چاہئے۔

(ماخوذ از ''شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

مقالات ومضامین　　مفتی محمد رضوان

عید کے دن کے مختصر مسنون ومستحب اعمال

عید کا دن چونکہ عبادت اور خوشی کے مجموعے کا دن ہے، اس لیے شریعت کی طرف سے اس دن ایسے کام عبادت قرار دیے گئے ہیں جوان دونوں عناصر کو شامل ہوں؛ یعنی ان میں عبادت کا پہلو بھی ہو، اور خوشی ومسرت کا پہلو بھی ہو۔ چنانچہ احادیث وروایات سے چند اعمال کا سنت ومستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)......عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت وذکر کرنا، اور بطورِ خاص گناہوں سے بچنا (۲)......عید کے دن صبح کو سویرے اُٹھنا، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا، اور مرد حضرات کو فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنا (۳)......شریعت کے موافق طہارت ونظافت اور صفائی ستھرائی اور زیب وزینت اختیار کرنا (۴)...... خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کر کے غسل کرنا (۵)......خاص اہتمام کے ساتھ مرد وعورت سب کو مسواک کرنا (۶)...... فاضل (یعنی زیرِ ناف وبغلوں اور مونچھوں کے) بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کاٹنا (۷)...... پاک وصاف عمدہ لباس جو میسر ہو پہننا (۸)......خوشبو لگانا (مگر خواتین تیز خوشبو لگانے سے پرہیز کریں) (۹)......صدقۂ فطر ادا نہ کیا ہو، تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کر دینا (۱۰)......عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا (۱۱)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا (۱۲)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز، عید گاہ میں ادا کرنا (۱۳)......عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں تکبیر کہنا، اور تکبیر ان الفاظ میں کہنا بہتر ہے:

”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ“

(۱۴)......عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا (۱۵)...... جس راستہ سے عید کی نماز کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا (۱۶)......اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق صحیح مستحقین ومساکین کو صدقہ کرنا (۱۷)......حسبِ حیثیت اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کی ضروریات (لباس، اور کھانے پینے وغیرہ) میں وسعت وفراخی کرنا (۱۸)......گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

(تفصیلی دلائل اور حوالہ جات کے لئے ”شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام“ ملاحظہ فرمائیں)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

شوّال کے چھ روزوں کے مختصر فضائل واحکام

رمضان کے روزوں اور عید الفطر سے فراغت کے بعد شوال کے مہینہ میں روزے رکھنے کی احادیث میں ترغیب آئی ہے، اور خاص طور پر رمضان کے روزے رکھ کر عید کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ نفلی روزے رکھنے کی عظیم الشان فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّامِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھ لئے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے (ترجمہ ختم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، فَقَدْ صَامَ السَّنَۃَ (صحیح ابنِ حبان، حدیث نمبر ۳۶۳۵)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو اس نے پورے سال کے روزے رکھے (ترجمہ ختم)

ثواب دینے کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے، جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہوگئے، چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہوجاتے ہیں، قمری سال کے حساب سے ایک سال میں عموماً تین سو چوّن دن ہوتے ہیں، لہٰذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے سال کا ثواب شمار ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزہ رکھنے والا مان لیا جائے گا۔

شوال کے چھ روزوں کے مسائل

(۱)......اگر کسی کے ذمہ رمضان کے روزے قضا ہوں، تو اس کو بھی شوال کے مہینے میں نفلی روزے رکھنا اگرچہ جائز ہے، مگر بعض علماء کے نزدیک شوال کے ان چھ روزوں کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس رمضان کے روزوں کی پوری تعداد مکمل طور پر ادا کرلی ہو (کیونکہ حدیث میں ان روزوں کی فضیلت رمضان کے مہینے کے روزے رکھ لینے کے بعد بیان کی گئی ہے)

البتہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اگر کسی کے اس رمضان کے روزے عذر میں قضا ہوئے ہوں، تو اس کو شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

اس لئے اگر کسی کے ذمہ اس رمضان کے کچھ روزے قضاء ہوں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ان کو ادا کیا جائے پھر شوال کے باقی ماندہ دِنوں میں چھ روزے رکھ کر فضیلت حاصل کی جائے۔ [1]

(۲)......بعض علماء کی تصریح کے مطابق ایک روزے سے رمضان کے قضاء روزے کی ادائیگی اور شوال کے روزے کی فضیلت اکھٹی حاصل نہیں کی جاسکتی، لہٰذا یہ دونوں روزے الگ الگ رکھنے چاہئیں۔

(۳)......شوال کے یہ روزے لگا تار رکھنا یا عید کے اگلے دن سے فوراً رکھنا ضروری نہیں بلکہ شوال کے مہینے میں عید کا دن چھوڑ کر جب اور جس طرح سے چاہیں رکھ سکتے ہیں، بس اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ ان چھ روزوں کی تعداد شوال کے مہینے میں مکمل ہوجانی چاہئے، البتہ بعض حضرات کے نزدیک ان روزوں کو عید کے بعد لگاتار رکھنا افضل ہے۔

(۴)......بعض احمق اور کم عقل وکم علم لوگ ان چھ روزوں کے بعد شش عید کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جاتی ہے، اس لئے انہوں نے چھ روزوں کے بعد عید منانے کی بدعت شروع کردی، یہ جہالت وحماقت پر مبنی ہے۔

(۵)......شوال کے یہ روزے کیونکہ نفلی درجہ کا حکم رکھتے ہیں، اس لئے ان پر نفلی روزوں کے احکام ہی جاری ہوں گے۔

چنانچہ ان روزوں کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن صبح صادق کے بعد سے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہوگیا تو زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوۂ کبریٰ جو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام

ہے) تک نفل روزے کی نیت کر لینا صحیح ہے اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔

نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔ لہٰذا دل میں نیت کر لینا کافی ہے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو تو تھوڑا بہت سنت کی نیت سے کچھ کھا لینا چاہئے لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

نفلی روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء ضروری ہو جاتی ہے لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔

مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے، اور اصل بات یہ ہے کہ سحری کا وقت صبح صادق ہونے پر ختم ہو جاتا ہے خواہ ابھی اذان بھی نہ ہوئی ہو۔ اور صبح صادق کا وقت مستند جنتریوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ایک علمی شبہ اور اس کا جواب

آج کل بعض حضرات نے شوال کے ان چھ روزوں کو فقہ کی بعض عبارات کے حوالے سے مکروہ کہنا شروع کر دیا ہے۔

دلائل کی رُو سے ان کا یہ کہنا درست نہیں، احادیثِ مبارکہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور جمہور مشائخ رحمہم اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں راجح اور مضبوط بات یہ ہے کہ پہلی شوال یعنی عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہیں۔ البتہ بعض کتابوں میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کی طرف ان روزوں کے مکروہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ نسبت علی الاطلاق صحیح نہیں، کیونکہ ان حضرات نے ان روزوں کو مطلقاً مکروہ نہیں قرار دیا بلکہ کچھ خاص صورتوں میں مکروہ قرار دیا ہے۔ مثلاً یہ روزے اس صورت میں مکروہ اور ممنوع ہیں، جبکہ کوئی شخص عید کے دن بھی روزہ رکھے، یا پھر یہ کہ ان روزوں کو رمضان کا حصہ اور رمضان کی طرح ضروری سمجھے، کیونکہ ان صورتوں میں اسلامی احکام میں گڑبڑ اور خرابی لازم آتی ہے۔ اور اگر عید الفطر کے دن کو چھوڑ کر اور رمضان کا حصہ سمجھے بغیر شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ مستحب ہے، معتمد و مستند کتابوں اور عربی و اُردو فتاویٰ میں یہ وضاحت موجود ہے (ماخوذ از ''شوال اور عید الفطر کے فضائل و احکام'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

مقالات ومضامین (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۲۱) مفتی محمد امجد حسین

ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

فرعون پر چوتھی فردِ جرم

سورۃ قصص کی مذکورہ آیت میں فرعون پر چوتھی فردِ جرم یہ عائد کی گئی ہے کہ وہ فسادی تھا۔

إِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (سورۃ قصص، آیت نمبر ۴)

لفظ ''فساد'' عربی میں اُس سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جس مفہوم میں یہ اردو میں رائج ہے، عربی میں اس لفظ کا مفہوم یہ ہے:

الفساد خروج الشیء عن الاعتدال ویضادہ الصلاح" (مفردات القرآن لراغب اصفھانی)

کہ فساد نام ہے کسی چیز کا اپنی اعتدال کی حالت سے نکل جانے کا اور اس کی ضد صلاح ہے (کہ چیز حالت اعتدال پر برقرار رہے)

علامہ زمخشری علیہ الرحمہ جو عربی ادب ولغت کے بیان میں سند مانے جاتے ہیں، لکھتے ہیں:

الفساد: خروج الشیء عن حال استقامۃ و کونہ منتفعا بہ ونقیضہ الصلاح وھو الحصول علی الحالۃ المستقیمۃ النافعۃ (تفسیر کشاف للزمخشری، ج ۱، ص ۶۲)

کہ فساد چیز کا اپنی صحیح ودرست اور مستقیم حالت سے اور اپنی نفع مند حالت سے نکل جانے کو کہتے ہیں، اور اس کے مقابل صلاح ہے، جو چیز کی درست اور نفع مند حالت پر باقی رہنے کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں فساد کا لفظ متعدد مواقع پر ذکر ہوا ہے، زمین میں، زمینی ماحول اور نظام میں خرابی وبگاڑ پیدا ہونے، انسان اور انسانی معاشرہ کے مختلف افراد وطبقات کی مختلف خرابیوں، بگاڑ اور بے اعتدالیوں کو قرآن نے فساد سے تعبیر کیا ہے، مثلاً سب سے پہلے آپ دیکھیں کہ تخلیق آدم کے وقت فرشتوں نے اللہ کے حضور انسان کے متعلق جن تحفظات کا اظہار کیا تھا، ان میں سے ایک امر انسان کا زمین پر فساد مچانا بھی تھا۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (سورۃ بقرۃ، آیت نمبر ۳۰)

کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے۔

اس میں بظاہر انسان کی وہ تمام بے اعتدالیاں اور حدود سے تجاوز مراد ہے، جو انسان کی عبودیت وبندگی کے منافی اور اس کی خلافت و نیابت کے مقام ومرتبہ کے برخلاف ہیں، مثلاً عبودیت وبندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو پہچانے، اللہ کو مانے، اللہ کے احکامات پر چلے، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین وشریعت اور کتاب کو اپنی زندگی کا منشور اور لائحۂ عمل بنائے، اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت واتباع کرے، اور منصبِ نیابت وخلافت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات کو اور اس کی اشیاء کو اور بہت سی مخلوقات کو انسان کے لئے مسخر اور تابع کیا ہے، تو انسان اپنے آپ کو اللہ کا نائب اور اس کے حکم کا ماتحت بنا کر اس کائنات اور کائناتی اشیاء میں عمل دخل وتصرف کرے، نہ کہ اپنے آپ کو مالک وخودمختار سمجھ کر اپنی آزادانہ مرضی اور خلافِ منشاء خداوندی صورت میں اس میں تصرف کرے۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارے جانے کے وقت یہ فیصلہ کن اعلان کردیا گیا تھا کہ تم زمین پر لاوارث یا خودمختار اور آزاد نہیں ہو کہ من مانی کرتے پھرو، بلکہ احکام وہدایات ہماری طرف سے ہی نسل درنسل آتے رہیں گے، ان کی پابندی کرنی ہے بصورت دیگر انجام بُرا ہوگا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّى هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ . وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (سورة بقرة، آيات نمبر ۳۸، ۳۹)

ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب انسان کا بندگی وعبودیت کی اپنی اصلی حالت اور حقیقی حیثیت سے نکل کر اور اپنی اعتدال والی اس حالت کو توڑ کر کفر وشرک میں ملوث ہونا، الحاد ودہریت کا علمبردار ہونا، یعنی یا تو بالکل خدا کا، اپنے خالق ومالک کا انکار کردے، اس کے تخلیقی عمل کو جھٹلائے، مادہ پرست ہوجائے، یا اس رب کی خالقیت والوہیت، ربوبیت ومعبودیت میں اس کی مخلوقات کو، اس کے قدرت کے مظاہر کو حصہ دار بنائے، اور اپنی زندگی کو اس رب کے ماتحت کرنے کی بجائے اپنی سفلی خواہشات یا اپنے ان خودساختہ خداؤں کے ماتحت کرے اور ان کو نفع ونقصان کا مالک اور خدائی اختیارات کا حامل سمجھے، تو یہ فساد ہے۔

اسی طرح دنیا میں انسان کی حقیقی حیثیت اللہ کے نائب وخلیفہ ہونے کی ہے، اس حیثیت میں وہ اشرف

المخلوقات ہے، مقصودِ تخلیق ہے، کائناتی اشیاء اس کے فائدہ اور ضروریات کے لئے مسخر اور اس کے زیرِ حکم ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور دیا ہے، اس عقل وشعور کے ذریعہ وہ کائناتی اشیاء کے منافع ومضرات کو معلوم کرتا ہے، ان میں جوڑ توڑ کرتا ہے، عمل دخل اور تصرف کرتا ہے، اور ان اشیاء کو اپنے کام میں لاتا ہے، اور اپنی دنیوی زندگی کی ضروریات کو بہتر سے بہتر انداز میں پوری کرتا ہے، اس کو اللہ نے پرندوں کی طرح پر نہیں دیے، نہ ہی درندوں کی طرح پنجہ اور جبڑہ دیا ہے، لیکن عقل عطا کر کے اور اس عقل کے ذریعے کائنات اور کائناتی اشیاء ومخلوقات میں تصرف کی صلاحیت عطا کر کے گویا سب کچھ دیدیا، چنانچہ اس عقل سے کام لے کر اور کائناتی اشیاء کی خاصیتوں اور صلاحیتوں کو چھان پھٹک کر اور جان سمجھ کر ان میں جوڑ توڑ کر کے اور مختلف لطیف وکثیف اور جامد وسیال اشیاء کو مخصوص طریقوں پر مخصوص صورتوں میں آمیزش وترکیب دے کر یہ کبھی لوہے کو فضا میں اڑانے لگتا ہے، اور پر نہ ہونے کے باوجود اپنے بنائے ہوئے ان مصنوعی پرندوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر شوقِ پرواز پورا کرتا ہے، بلکہ مصنوعی سیارے بنا کر پرندوں کی پرواز سے کہیں آگے نکل کر کرّوں اور سیاروں کی محوری اور خلائی گردش کے پہلو بہ پہلو خلاؤں میں گردش کناں ہو جاتا ہے۔

اپنی عقل اور کائناتی اشیاء میں تدبر وتصرف کی خداداد صلاحیت کے زور پر شیر اور بھیڑیے کے پنجے اور جبڑے کی کمی پوری کرنے کے لئے پہلے تیر وتفنگ، تلوار وبرچھی، نیزہ وانّی، سپر وخود بنا کر شکار کا شوق پورا کرتا رہا ہے، اور صرف جنگل وویرانے میں درند، پرند، چرند کا نہیں بلکہ انسانی آبادیوں کا شکار کھیلتا رہا، اور پھر یہ شوقِ شکار اتنا بڑھا کہ تیر وتلوار سے گزر کر اس کی لذت درندگی بتدریج جدید آتشین ہتھیاروں، راکٹ ومیزائل اور ایٹمی، کیمیائی اور جراثیمی اسلحوں پر آ کر دم لیتی ہے۔

اور یہ دم لینا بھی محض ستانے کے لئے ہے، ورنہ ''ھل من مزید'' کا نعرہ مسلسل اس کا وردِ زبان ہے، اور شکار کی بازی گاہ بھی اب محض انسانی آبادیاں ہی نہیں بلکہ کُروں اور سیاروں پر مبنی پوری مادی کائنات ہے۔

خلاؤں اور فضاؤں میں یہ اپنے شکار وتسخیرات کے لئے نت نئے روٹس کی تلاش میں آئے دن سرگرداں رہتا ہے، تو انسان کو تسخیر کائنات کی یہ ساری صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں، اور اپنے نائب ہونے کی حیثیت سے عطا فرمائی ہیں، اور نائب خود مختار نہیں ہوتا، وہ جس کا نائب اور خلیفہ ہے، اس کے حکم اور مرضی کا پابند ہوتا ہے، پس انسان کی اصل اعتدال والی حالت اور کائنات میں اس کا حقیقی مقام یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبودیت وبندگی کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کے قائم کردہ حدود اور جائز وناجائز، حلال وحرام کی قیود وحد بندیوں میں رہتے ہوئے کائنات میں، نظامِ کائنات میں تصرف وتدبیر کرے، نجی

وخانگی، انفرادی واجتماعی، معاشرتی اور ریاستی زندگی کا نظم ونقشہ مرتب کرے، وہ بادشاہ ہو، وزیر ہو، ریاستی منصب دار وعہدیدار ہو، عدالت کا منصف وجج ہو، فوج کا جرنل وکرنل اور سپہ سالار ہو، پارلیمنٹ کا ممبر ہو، صدرِ مملکت ہو، ڈاکٹر یا انجینئر ہو، تعلیمی ادارے کا پرنسپل ولیکچرار ہو، یا ایک گھر کا سربراہ ہو، شوہر ہو، باپ ہو، بھائی ہو، منڈی کا آڑھتی یا بازار کا سوداگر اور بیوپاری ہو۔

زندگی کی ان سب حیثیتوں میں اس کے لئے عبودیت وبندگی کا ایک دائرہ مقرر ہے، وہ ان حدود اور دوائر میں رہتے ہوئے زندگی کی ان سب مختلف النوع ذمہ داریوں اور حیثیتوں سے عہدہ برآ ہو، یہ اس کی انسانیت کا تقاضہ ہے، اس کی بندگی وعبودیت کا بھی مطالبہ ہے، اس کی زمینی نیابت وخلافت کا بھی منشاء ہے، اس صورت میں وہ مصلح ہوگا، اپنے مقصدِ زندگی ومقصدِ تخلیق سے ہم آہنگ ہوگا، ورنہ بصورت دیگر وہ مفسد ہوگا، سرکش وباغی ہوگا، اور اللہ تعالیٰ مفسد ومصلح دونوں کو خوب پہچانتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (سورۃ بقرۃ، آیت نمبر ۲۲۰)

اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے کو۔

(جاری ہے............)

مقالات ومضامین　مفتی منظور احمد

قماراورجوئے پر مشتمل کاروبار (قسط۲)

قرآن کریم کی طرح احادیث میں بھی قماراورجوئے کوسختی سے حرام قرار دیا گیا ہے،اوراس پرسخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، جوااور قمار خواہ کھیل کی صورت میں ہو یا کاروبار کی صورت میں دونوں کی حرمت قرآن واحادیث سے ثابت ہے، ذیل میں جوئے اور جوا کھیلنے کی صورتوں اور کاربار کے بارے میں چند احادیث پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کے بدلے جوا کھیلتے تھے، جو جیت جاتا، وہ دوسرے کا مال اوراس کی بیوی لے جاتا (تفسیر الطبری، ج۲ص ۳۵۸)

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مال اور بیوی سے محروم ہوجائے گا،تو وہ غم زدہ ہوکر غصے میں اس شخص کے خلاف ہوجاتا ہے، جواس کا مال اور بیوی لے گیا، جس کی وجہ سے آپس میں بغض وعداوت اور دشمنی جنم لیتی ہے،اس وجہ سے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں دشمنی ڈال دے (تفسیر البغوی، ج۳ص ۹۴)

قماراور جوئے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشغول رہنے والا اللہ کے ذکراور نماز سے غافل ہوجاتا ہے،اوراسے اپنے فرائض کی پرواہ نہیں رہتی، بعض اکابر نے اس وجہ سے فرمایا ہے کہ جوکاروبار یا کھیل انسان کواللہ تعالیٰ کے ذکراور نماز سے غافل کرے، وہ جوا ہے، کیونکہ اس میں جوئے کی خاصیت پائی جاتی ہے، چنانچہ حضرت مجاہد وغیرہ تابعین سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

کل ما الهی عن ذکر الله وعن الصلاة فهو من الميسر (تفسیر ابنِ کثیر، ج۳ص ۱۷۸)

وہ کام جواللہ کے ذکراور نماز سے غافل کردے، وہ جوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا شراب، جوئے، ڈھول اوراس شراب سے جو گندم سے بنائی جاتی ہے،اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے

(ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۳۰۰، باب النہی عن المسکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کے پاس سے گزرو، جو جوئے کے تیروں سے کھیل رہے ہوں، یا شطرنج اور نرد یا اس جیسے کھیل کھیل رہے ہوں ،توان کو سلام نہ کرو، اور اگر وہ تمہیں سلام کریں، توان کا جواب نہ دو (کنز العمال ج ۵ ص ۲۱۶، رقم الحدیث ۴۰۶۴۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جوا کھیلنے والے یا جوئے کا کاروبار کرنے والے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اس قدر برے ہیں کہ ان کو سلام کرنے سے اور اس ان کے سلام کا جواب دینے سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے، اور آپ کے نزدیک وہ اس قدر تعظیم کے بھی قابل نہیں کہ ان کو سلام کیا جائے، اور ان کے سلام کا جواب دیا جائے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جوئے پر مشتمل کھیل کھیلنے اور اس کھیل کو دیکھنے کو خنزیر جیسے نجس العین جانور کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نَرد کھیلنے والا اس شخص کی طرح ہے، جس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت میں رکھا ہو، اور اسے دیکھنے والا اس شخص کی طرح ہے، جس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے خون میں رکھا ہو (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۳، باب ماجاء فی القمار)

حضرت عبداللہ بن سعید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کی مثال جو نرد کھیلتا ہے، اور جا کر نماز پڑھتا ہے، اس شخص کی سی ہے، جو پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھے، ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کی نماز قبول نہیں ہوتی (حوالہ بالا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ہر وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے اور آپ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کا درجہ بلند کر دیا ہے، سوائے ان لوگوں کے جو شطرنج کھیلنے والے ہیں (حوالہ بالا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نرد اور شطرنج) ان دونوں بدبودار کھیلوں سے منع فرمایا، کیونکہ یہ دونوں عجمیوں کا جوا ہیں (حوالہ بالا)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ قمار اور جوا انتہائی ناپاک اور غلیظ کام ہے، جو کھیل یا کاروبار اس پر مشتمل ہو، وہ ناپاک ہوتا ہے، اور ایسا کاربار کرنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

قماراور جواکھیلنااوراس کا کاروبار کرنا،تو دور کی بات ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوتوایسا کام کرنے کی کسی کودعوت دینا بھی پسند نہیں، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص دوسرے کو کہہ رہا ہے، آؤمیں تمہارے ساتھ جوا کھیلوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ کرنے کا حکم دیا (حوالہ بالا)

بعض محدثین کی رائے میں صدقہ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے، تاکہ اس شخص کو تنبیہ ہو، اور آئندہ ایسی غلط بات نہ کرے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ تمام مال صدقہ کرنا ہے، جس سے جواکھیلنا چاہتا ہے، تاکہ وہ مال جوئے جیسے حرام کام میں استعمال ہونے کے بجائے صدقہ میں استعمال ہو، جس کا فائدہ ہے (عون المعبود، ج۷ص ۲۳۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے نرد کھیلا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی (احکام القرآن للجصاص، ج۲ص ۳۲۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، جو شطرنج کھیل رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ؟ لَأَنْ يَمَسَّ جَمْرًا حَتَّى يُطْفَأَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّهَا (سنن البيهقى، ج۸ص ۱۴۲، باب الاختلاف فى اللعب بالشطرنج)

یہ کیا مورتیاں ہیں، جن پر تم جھکے ہوئے ہوں؟ انگارے کو پکڑنا، یہاں تک کہ بجھ جائے، اس کو ہاتھ لگانے سے بہتر ہے۔

گویا آپ نے شطرنج کے پتوں کی طرف جھکنے کو بتوں اور مورتیوں کے سامنے جھکنے کی طرح قرار دیا۔

(جاری ہے..........)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۹)

(چند شبہات کا ازالہ)

فجر کی نماز کے بعد ذکر اور اس کا مصداق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک ذکر میں مشغول رہنے کی فضیلت ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا (مسلم، رقم الحديث ٦٧٠، واللفظ لهٗ، ترمذی، رقم الحديث ٥٨٥)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو اپنی نماز والی جگہ بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ أَقْعُدَ أَذْكُرُ اللّٰهَ وَأُكَبِّرُهٗ وَأَحْمَدُهٗ وَأُسَبِّحُهٗ وَأُهَلِّلُهٗ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ رَقَبَتَيْنِ، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ، وَمِنْ بَعْدِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢١٩٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (فجر کی نماز کے بعد) بیٹھ کر اللہ کا ذکر کروں، اور اللہ کی بڑائی، اور حمد اور تسبیح اور تہلیل پڑھوں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں دو یا زیادہ غلام حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

قال المنذری: رواه أحمد بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج ١ ص ١٧٨)

وقال الهيثمی: رواه كله أحمد والطبرانی بنحو الرواية الثانية وأسانيده حسنة (مجمع الزوائد، ج ١٠ ص ١٠٤)

Idara Ghufran

آزاد کروں،اور عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک بھی اسی طرح ذکر اللہ میں مشغول رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے،اس کے مقابلہ میں کہ میں حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ فِیْ دُبُرِ صَلاۃِ الْغَدَاۃِ:لَا إِلٰـــہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ، لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، کَانَ کَعَتَاقِ رَقَبَۃٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِیْلَ (سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۳۷۹۹)

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھے:

”لَا إِلٰـــہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ، لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ“

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،اسی کے لئے مُلک وحکومت ہے،اسی کے لئے ہر تعریف ہے،اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہر خیر ہے،اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے“

تو اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

یہ فضیلت مَرد حضرات اور خواتین سب کے لئے ہے۔

اور مرد حضرات کے لئے نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید ہے،اس لئے فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھ لینے کے بعد سب حاضرین جب اس فضیلت کو حاصل کرنے کا اہتمام کریں گے،تو ظاہر ہے کہ سب ایک وقت میں ذکر میں مشغول ہونگے،لیکن ان کا یہ ذکر صورتاً اور ظاہراً تو آنِ واحد ومکانِ واحد میں ہونے کی وجہ سے اجتماعی ہوگا،مگر درحقیقت انفرادی ہوگا،کیونکہ ذکر کی مختلف اقسام وانواع ہیں،اور ذکر کے عام مفہوم میں تسبیح وتہلیل،تلاوت وغیرہ کے علاوہ علم اور وعظ ودرس وتدریس بھی داخل ہے۔ [1]

---

[1] (وعنہ) ، أی :عن أنس (قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " :من صلی الفجر فی جماعۃ، ثم قعد یذکر اللہ) ، أی :استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ، فلا ینافیہ القیام لطواف أو لطلب علم أو مجلس وعظ فی المسجد، بل وکذا لو رجع إلی بیتہ واستمر علی الذکر(مرقاۃ المفاتیح، ج۲ص ۷۷۰، باب الذکر بعد الصلاۃ)

اورقرآن مجید کی تعلیم بھی اس میں داخل ہے۔ ۱؎

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دونوں شکلوں میں ذکر کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ : هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِّنْكُمُ الْبَارِحَةَ رُؤْيَا؟(مسلم، رقم الحديث ٢٢٧٥)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے،تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے کہ کیاتم میں سے کسی نے رات کوئی خواب دیکھا ہے؟(ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام سے خواب سن کر ان سے حاصل ہونے والی خیر کی بات کی تعلیم فرماتے ،اور کبھی خود اپنا خواب سناتے ،اورانبیائے کرام علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے،اس کامقصود ذکر بصورتِ علم تھا۔ ۲؎

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَيَتَحَدَّثُ أَصْحَابُهٗ يَذْكُرُوْنَ حَدِيْثَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَيُنْشِدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَضْحَكُوْنَ، وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(سنن نسائی، رقم الحديث ١٣٥٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے،تو سورج طلوع ہونے تک اپنی

۱؎ حدثنا أبو عبيد قال حدثنا عمر بن عبد الرحمن الأبار ، عن الأعمش ، قال : مر أعرابى بعبد الله بن مسعود ، وهو يقرء قوما القرآن ، أو قال : وعنده قوم يتعلمون القرآن ، فقال : ما يصنع هؤلاء ؟ فقال ابن مسعود : يقتسمون ميراث محمد صلى الله عليه وسلم (فضائل القرآن للقاسم بن سلام، رقم الحديث ٧)

۲؎ (إذا صلى الصبح أقبل عليهم بوجهه فقال هل رأى أحد منكم البارحة رؤيا) هكذا هو فى جميع نسخ مسلم البارحة فيه دليل لجواز إطلاق البارحة على الليلة الماضية وإن كان قبل الزوال وقول ثعلب وغيره إنه لا يقال البارحة إلا بعد الزوال يحتمل أنهم أرادوا أن هذا حقيقته ولا يمتنع إطلاقه قبل الزوال مجازا ويحملون الحديث على المجاز وإلا فمذهبهم باطل بهذا الحديث وفيه دليل لاستحباب إقبال الإمام المصلى بعد سلامه على أصحابه وفيه استحباب السؤال عن الرؤيا والمبادرة إلى تأويلها وتعجيلها أول النهار لهذا الحديث ولأن الذهن جمع قبل أن يتشعب بإشغاله فى معايش الدنيا ولأن عهد الرائى قريب لم يطرأ عليه ما يهوش الرؤيا عليه ولأنه قد يكون فيها ما يستحب تعجيله كالحث على خير أو التحذير من معصية ونحو ذلك وفيه إباحة الكلام فى العلم وتفسير الرؤيا ونحوهما بعد صلاة الصبح وفيه أن استدبار القبلة فى جلوسه للعلم أو غيره مباح والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٥ ص٣٥، كتاب الرؤيا)

جگہ بیٹھے رہتے، اور آپ کے اصحاب جاہلیت کی (عبرت آمیز) باتیں کرتے رہتے، اور (عبرت آمیز) شعر پڑھتے، اور ہنستے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم بھی تبسم فرماتے (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ گفتگو اور اشعار وعظ اور تبلیغ وتذکیر کے طور پر ہوتے تھے۔

اب اگر کچھ لوگ تسبیح وتہلیل اور تلاوت وغیرہ کی شکل میں ذکر میں مشغول ہوں (جو کہ ذکرِ لازم ہے) اور کچھ لوگ درس وتدریس اور دین سیکھنے سکھانے کی شکل میں ذکر میں مشغول ہوں (جو کہ ذکرِ متعدی ہے) تو اس کی انتظامی شکل یہ ہوگی کہ تسبیح وتہلیل اور تلاوت کی شکل میں ذکر کرنے والے ایک طرف ہوں، اور درس وتدریس اور دین سیکھنے سکھانے کی شکل میں ذکر کرنے والے ان سے الگ حلقہ قائم کریں، تاکہ ایک دوسرے کے ذکر میں خلل واقع نہ ہو، جیسا کہ آج کل بھی بہت سی مساجد میں ہوتا ہے کہ ذکر وتلاوت کرنے والے ایک طرف، اور تبلیغ وتعلیم والے ایک طرف ہوکر اپنے اپنے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔

اس حیثیت سے دونوں مجلسیں خیر والی ہیں، وہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم والی مجلس کو زیادہ افضل قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَقَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ وَقَوْمٌ یَتَذَاکَرُوْنَ الْفِقْہَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کِلَا الْمَجْلِسَیْنِ إِلٰی خَیْرٍ، أَمَّا الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ وَیَسْأَلُوْنَ رَبَّھُمْ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاھُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَھُمْ، وَھٰؤُلَاءِ یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ وَیَتَعَلَّمُوْنَ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا، وَھٰذَا أَفْضَلُ فَقَعَدَ مَعَھُمْ (مسند أبی داود الطیالسی، رقم الحدیث ۲۳۶۵، واللفظ لہٗ، سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۲۲۹، مسند الحارث، رقم الحدیث ۴۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے، تو کچھ لوگ اللہ عزوجل کا ذکر کررہے تھے، اور کچھ لوگ فقہ (یعنی دین کے علم) کا مذاکرہ کررہے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں مجلسیں خیر والی ہیں، یہ لوگ تو اللہ عزوجل کا ذکر کررہے ہیں، اور اپنے رب سے دعا کررہے ہیں، پھر ان کا رب چاہے، تو ان کو عطا کردے، اور چاہے تو عطا نہ کرے، اور یہ حضرات لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں، اور خود علم حاصل کررہے ہیں، اور بس میں تو معلّم

(یعنی تعلیم دینے اور علم سکھانے والا) بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور یہی افضل ہے، تو آپ ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئے (ترجمہ ختم)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان و اختیار کردہ طریقہ کے مطابق مجلسِ ذکر و علم قائم کرنے میں نہ کوئی قباحت ہے، اور نہ اس سے کسی کو منع کرنے کی مجال ہے۔

البتہ جب کسی مسنون و مستحب عمل کے ساتھ غیر شرعی چیزیں داخل ہو جائیں، تو اس سے منع کیا جاتا ہے، یہی حال ذکر کا بھی ہے کہ اگر اس کو غیر مشروع طریقہ پر کیا جائے گا، تو اس سے بھی منع کیا جائے گا۔

چنانچہ علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُمْ كَيْفَ كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْتَمِعِيْنَ فِي الْمَسْجِدِ يُسْمَعُ لَهُمْ فِيْهِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ كُلُّ إِنْسَانٍ يَذْكُرُ لِنَفْسِهِ عَلٰى مَا نُقِلَ عَنْهُمْ .وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِالذِّكْرِ وَلَا بِالْقِرَاءَةِ وَلَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ جَمَاعَةً ، وَقَدْ تَقَدَّمَ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ إِنْكَارُهُ عَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْدَهُمْ وَقَوْلُهُ لَهُمْ :وَاللّٰهِ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا أَوْ لَقَدْ فُقْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا . وَقَدْ تَقَدَّمَ نَهْيُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِقَوْلِهِ :لَا يَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقُرْآنِ وَمُحَالٌ فِيْ حَقِّهِمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَاهُمْ عَنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ فَيَجْتَمِعُوْنَ لِلذِّكْرِ رَافِعِيْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِهٖ ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا أَعْظَمَ النَّاسِ مُبَادَرَةً لِامْتِثَالِ أَوَامِرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاجْتِنَابِ مَنَاهِيْهِ (المدخل لابن الحاج جلد ا صفحه ۹۰ ،فصل فی العالم و کیفیة نیته وهدیه وأدبه)

ترجمہ: اور صحابۂ کرام کے صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنے کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ سب مسجد میں موجود ہوتے تھے، اور مسجد میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی تھی (اور ایک کا ذکر دوسرے کو سمجھ نہیں آتا تھا) [1] ہر انسان اپنا ذکر کیا کرتا تھا، جیسا کہ صحابۂ کرام کے بارے میں منقول ہے۔

---

[1] وَالدَّوِيُّ صَوْتٌ لَا يُفْهَمُ مِنْهُ شَيْءٌ (تحفة الاحوذی،تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ومن سورة المؤمنون)

اور یہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ صحابۂ کرام بآوازِ بلند ذکر اور قرآن مجید کی قراءت نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی وہ ذکر وقراءت اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے کہ صحابۂ کرام کے بعد جنہوں نے یہ عمل کیا، ان پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے نکیر فرمائی، اور ان کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کررہے ہو، یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد ﷺ کے صحابۂ کرام سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس سے منع فرمانے کا ذکر بھی پہلے گزر چکا ہے، کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے بعض بعض پر قرآن کی آواز میں جہر نہ کرے، اور یہ صحابۂ کرام سے ناممکن ہے کہ نبی علیہ السلام ان کو قرآن مجید مذکورہ طریقہ پر بلند آواز سے پڑھنے سے منع فرمائیں، اور صحابۂ کرام ذکر کے لئے جمع ہوں، اور اپنی آوازیں بلند کریں، اس لئے کہ صحابۂ کرام سب لوگوں میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے احکام کی پیروی کرنے اور منع کردہ باتوں سے بچنے میں سب سے زیادہ عظمت رکھنے والے تھے (ترجمہ ختم)

اور علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاِذَانُدِبَ الشَّرْعُ مَثَلاً اِلیٰ ذِکْرِ اللّٰہِ فَالْتَزَمَ قَوْمٌ اَلْاِجْتِمَاعَ عَلیٰ لِسَانٍ وَّاحِدٍ وَّبِصَوْتٍ اَوْفِیْ وَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ مَّخْصُوْصٍ عَنْ سَائِرِ الْاَوْقَاتِ لَمْ یَکُنْ فِیْ نُدُبِ الشَّرْعِ مَایَدُلُّ عَلیٰ ھٰذَاالتَّخْصِیْصِ الْمُلْتَزَمِ بَلْ فِیْہِ مَایَدُلُّ عَلیٰ خِلَافِہٖ

(الاعتصام الجزء الاول ،الباب الرابع فی مأخذاھل البدع بالاستدلال ،فصل ومنھاتحریف الادلۃ فی مواضعھا،صفحہ ۱۶۹)

ترجمہ: جب شریعت نے کسی چیز کی ترغیب دی ہو مثلاً اللہ کا ذکر، تو اگر کوئی قوم اس کا (اعتقادی یا عملی) التزام کرلے کہ ایک زبان ہوکر آواز سے وہ اللہ کا ذکر کرے یا دوسرے اوقات کے علاوہ کسی مخصوص اور متعین وقت کے اندر وہ ذکر کرے تو شریعت کی وہ ترغیب اس مخصوص التزام کی ہوئی چیز پر ہرگز دلالت نہیں کرتی بلکہ وہ اس کے خلاف دلالت کرتی ہے (ترجمہ ختم)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

قِرَاءَةُ الْكَافِرُوْنَ إِلَى الْآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَكْرُوْهَةٌ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنِ التَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ كَذَا فِي الْمُحِيْطِ (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع فی الصلاۃ)

ترجمہ: سورہ کافرون کی آخر تک جمع ہوکر قرائت کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ بدعت ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اورتابعین سے منقول نہیں، محیط میں اسی طرح سے ہے (ترجمہ ختم)

اورحضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذکراللہ تعالیٰ اسی وقت مقبول ہے کہ حسبِ قاعدہ شرع کے ہو، نہ بطور بدعت ومعصیت کے؛ پس جوذکر مرکب بدعت ومعصیت سے ہوگا، اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔

چنانچہ پہلے بھی جواب اس سفسطہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے، کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے، نہ بوجہ ذکر کے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۱۳۔ مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اورحضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

امرِ مشروع بوجہ اقتران وانضمامِ غیرمشروع کے غیرمشروع ہوجاتا ہے (اصلاحُ الرسوم صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ بابِ سوم، قاعدہ دوم، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، بندرروڈ کراچی)

اورایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

صوفیہ کہتے ہیں کہ فعلِ مستحب کوکسی حال میں ترک نہ کیا جائے اورمنکرات کی اصلاح کی جائے، اورعلماء کہتے ہیں کہ بعض احوال میں منکرات کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک کہ خود بھی اس کوترک نہ کیا جائے، اس لئے شیوعِ منکرات کے وقت وہ اس مستحب ہی کے ترک کا امرکرتے ہیں، جس کے ساتھ منکرات کا انضمام ہوا ہے، اوراس بارے میں رائے علماء کی مانی جائے گی، کیونکہ صوفیہ تو اہلِ شوق ہیں، ان کودوسروں کے انتظام کی پرواہ نہیں، یعنی جوصوفیہ کہ محض صوفی ہوں، عالم محقق نہ ہوں اورعلماء منتظم ہوتے ہیں اورمنتظم کی رائے غیرمنتظم کی رائے سے مقدم ہوتی ہے (خطباتِ حکیم الامت جلد۵ صفحہ۱۸۵ "مواعظِ میلادُ النبی" وعظ نورُ النور۔ کذافی اشرف الجواب صفحہ ۱۶۹، مکتبۃ الحسن لاہور)

(جاری ہے............)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ شعبان: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□...... ماہِ شعبان ۴۵۲ھ میں حضرت ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری حلوائی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۷۸)

□...... ماہِ شعبان ۴۵۴ھ میں حضرت ابوسعد احمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن احمد بن منصور نیشاپوری شاماتی مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۲۲)

□...... ماہِ شعبان ۴۵۴ھ میں افریقہ کے امیر معز بن بادیس بن منصور بن بلکین بن زیری بن مناد حمیری مغربی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۴۱)

□...... ماہِ شعبان ۴۶۳ھ میں حضرت ابوالغنائم محمد بن علی بن حسن بن دجاجی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۶۳، تاریخ بغداد ج۳ص ۳۲۳)

□...... ماہِ شعبان ۴۶۷ھ میں عباسی خلیفہ قائم بامر اللہ عبداللہ بن قادر باللہ بن اسحاق کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۱۴۱)

□...... ماہِ شعبان ۴۶۸ھ میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن اسید بن عبداللہ بن محمد بن حسن بن اسید بن عاصم ثقفی اصبہانی مدینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۳۷)

□...... ماہِ شعبان ۴۷۶ھ میں ابوالحسن محمد بن حسن بن محمد بن قاسم بن منثور جہنی کوفی کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۵۱)

□...... ماہِ شعبان ۴۷۶ھ میں حضرت ابوالوفاء طاہر بن حسین بن احمد بغدادی حنبلی قواس بابصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۵۲)

□...... ماہِ شعبان ۴۷۶ھ میں حضرت ابوعطاء عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی عاصم ہروی جوہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۹۵)

□...... ماہِ شعبان ۴۷۷ھ میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن احمد بن علی بن بقال ازجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۵۵۰)

□...... ماہِ شعبان ۴۷۸ھ میں حضرت ابوالعباس احمد بن عمر بن انس بن دلہاث بن انس بن فلذان

Idara Ghufran

بن عمر بن منیب عذری اندلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۵۶۸)

□...... ماہِ شعبان ۴۷۹ھ میں حضرت ابوالفضل محمد بن عبیداللہ بن محمد نیشا پوری صرام رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۸۳)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۱ھ میں حضرت ابوالمظفر عبدالکریم بن ابی حنیفہ اندقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۸۸)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۲ھ میں حضرت ابومنصر محمد بن احمد بن علی بن شکرویہ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۹۴)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۲ھ میں حضرت ابونصر احمد بن محمد بن صاعد بن محمد صاعدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۸)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۴ھ میں شام میں بہت ہولناک زلزلہ آیا، جس میں ہزاروں افراد ہلاک ہوئے، اور بہت زیادہ نقصان ہوا (تاریخ ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۷۰)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۴ھ میں حضرت ابوالحسن طاہر بن مفوز بن احمد بن مفوز معافری شاطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۸۸)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۴ھ میں مشہور امام حضرت ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن معدان بن سفیان بن یزید اندلسی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ حزم کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۸۵ تا ۲۱۱)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۸ھ میں حضرت ابوبکر محمد بن مظفر بن بکران شامی حموی شافعی زاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۸۸)

□...... ماہِ شعبان ۴۸۹ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن ابراہیم بن عبدالوہاب بن بہمن مدینی مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۷۳)

□...... ماہِ شعبان ۴۹۱ھ میں حضرت ابوسعد محمد بن حسین بن محمد مزکی حرمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۲۰۳)

□...... ماہِ شعبان ۴۹۲ھ میں حضرت ابوالحسین احمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۱۶۴)

❏...... ماہِ شعبان ۴۹۳ھ میں امام الطب ابو علی یحییٰ بن عیسیٰ بن جزلہ بغدادی کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۸۸)

❏...... ماہِ شعبان ۴۹۵ھ میں حضرت ابو عبداللہ حسین بن محمد بن عبداللہ طبری حاجی بزازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۱۰)

❏...... ماہِ شعبان ۴۹۵ھ میں حضرت ابو علی حسن بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن فضل کرمانی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۹۰)

❏...... ماہِ شعبان ۴۹۶ھ میں حضرت ابو طاہر احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر بن سوار بغدادی مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۲۷)

❏...... ماہِ شعبان ۴۹۸ھ میں حضرت ابو عبداللہ حسین بن علی بن حسین طبری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۰۴)

❏...... ماہِ شعبان ۴۹۸ھ میں حضرت ابو علی حسین بن محمد بن احمد غسانی اندلسی جیانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۵۰)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

صلہ رحمی میں رشتہ داروں کے درجات کا فرق

جن رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم ہے، وہ سب ایک درجہ اور ایک مقام کے نہیں ہیں، بلکہ ان کے مقام اور درجات میں شریعت نے فرق رکھا ہے، اور قریبی درجہ کے رشتہ والے افراد کو صلہ رحمی کا زیادہ مستحق قرار دیا ہے، اور پھر رشتوں کے قریبی اور دور کے ہونے کے اعتبار سے درجہ بدرجہ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ :أُمَّکَ قَالَ :قُلْتُ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ :أُمَّکَ قَالَ :قُلْتُ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ :أُمَّکَ قَالَ :قُلْتُ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ :ثُمَّ أَبَاکَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۱۸۹۷، واللفظ لہٗ، سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۵۱۳۹، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۰۲۸) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نیک سلوک (وصلہ رحمی) کا سب سے زیادہ کون حقدار ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری مرتبہ) فرمایا کہ آپ کی والدہ، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تیسری مرتبہ) فرمایا کہ آپ کی والدہ، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے والد، پھر جو قریب تر رشتہ دار ہوں، پھر جو ان سے قریب تر رشتہ دار ہوں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی میں تمام رشتہ دار برابر سرابر درجہ نہیں رکھتے، بلکہ ان میں قریبی اور دور کا رشتہ

---

[1] قال الترمذی: وَفِی البَابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَائِشَةَ، وَأَبِی الدَّرْدَاءِ :وَبَهْزُ بْنُ حَكِیمٍ هُوَ ابْنُ مُعَاوِیَةَ بْنِ حَیْدَةَ الْقُشَیْرِیُّ وَهٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِی بَهْزِ بْنِ حَكِیمٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الحَدِیثِ، وَرَوَى عَنْهُ مَعْمَرٌ، وَسُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الأَئِمَّةِ.

Idara Ghufran

ہونے کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔

اور چونکہ انسان کا رحم کے ساتھ براہِ راست تعلق والدہ کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے، نیز انسان کے لئے اس کی والدہ تین قسم کی منفرد صعوبتوں وتکلیفوں کو برداشت کرتی ہے، ایک حمل کی صعوبت وتکلیف، دوسرے وضعِ حمل کی صعوبت وتکلیف، تیسرے دودھ پلانے کی صعوبت وتکلیف۔

اس لئے صلہ رحمی کے درجات میں والدہ کو سب سے پہلے اور تین مرتبہ ذکر کیا گیا، اور اس کے بعد والد کا ذکر کیا گیا۔ [1]

---

[1] قوله :(جاء رجل) قال بعضهم :يحتمل أن يكون هذا الرجل معاوية بن حيدة لأن البخارى أخرج فى (الأدب المفرد) من حديثه، قال :قلت :يا رسول الله) من أبر؟ قال :أمك ...الحديث .وأخرجه أبو داود والترمذى .قلت :جاء ت أحاديث فى هذا الباب مما يشبه حديث الباب فلا يتعين فى الاحتمال معاوية بن حيدة .منها حديث أنس رواه الطبرانى في (الأوسط) قال :أتى رجل النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :إنى لأشتهى الجهاد ولا أقدر عليه، قال :فهل بقى أحد من والديك؟ قال :أمى .قال :قاتل بالله فى برها فإذا فعلت ذلك فأنت حاج معتمر ومجاهد، ومنها حديث بريدة رواه الطبرانى فى (الصغير) أن رجلا جاء إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله إنى حملت أمى على عنقى فرسخين فى رمضاء شديدة، لو ألقيت فيها قطعة لحم لنضجت، فهل أديت شكرها؟ فقال :لعله أن يكون بطلقة واحدة .ومنها حديث ابن عباس أخرجه تمام :أن رجلا أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :إنى نذرت إن فتح الله عز وجل عليك مكة أن آتى البيت، فأقبل أسفل الأسكفة فقال :قبل قدمى أمك، وقد وفيت نذرك .ومنها حديث ابن مسعود رواه الطبرانى فى (الأوسط) قال :جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله :إن لى أهلا وأبا وأما فأيهم أحق بصلتى؟ قال :أمك وأباك وأختك وأخاك ثم أدناك أدناك .ومنها حديث معاوية بن جاهمة أخرجه النسائى وابن ماجه بلفظ :أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت :يا رسول الله (إنى كنت أردت الجهاد معك أبتغى بذلك وجه الله والدار الآخرة) قال :ويحك !أحية أمك؟ قلت :نعم .قال :إرجع فبرها، ثم أتيته من الجانب الآخر فذكر الحديث فى سؤاله كذلك ثانية، فقال : إرجع وبرها، وسؤاله له كذلك ثالثة، قال :ويحك إلزم رجلها فثم الجنة، اللفظ لابن ماجه .قوله: (إمك) إلى قوله :(قال ابن شبرمة) كله مرفوع لجميع الرواة، ووقع عند مسلم من هذا الوجه بالنصب وفى آخره :ثم أباك، وجه الرفع على الابتداء والخبر محذوف تقديره :أبوك أحق الناس بحسن الصحبة، ويجوز العكس، ووجه النصب بإضمار فعل تقديره :إلزم أو إحفظ أمك.

وفيه :دلالة على أن محبة الأم والشفقة عليها ينبغى أن تكون أمثال محبة الأب لأنه صلى الله عليه وسلم كررها ثلاثا .وذكر الأب فى الرابعة فقط، وإذا تؤمل هذا المعنى شهد له العيان وذلك،أن صعوبة الحمل والوضع والرضاع والتربية تنفرد بها الأم وتشقى بها دون الأب، فهذه ثلاث منازل يخلو منها الأب، وحديث أبى هريرة يدل على أن طاعة الأم مقدمة وهو حجة على من خالفه، وزعم المحاسبى أن تفضيل الأم على الأب فى البر والطاعة هو إجماع العلماء ، وقيل للحسن :ما بر الوالدين؟ قال :تبذل لهما ما ملكت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جَـآءَ رَجُـلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِیُ أَهْلًا وَأُمًّا وَأَبًا، فَأَيُّهُمْ أَحَقُّ بِصِلَتِیُ؟ قَالَ :أُمَّکَ، وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ، وَأَخَاکَ، ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۷۲۸) [1]

ترجمہ:ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اوراس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!میرے گھر والے ہیں،اور ماں باپ بھی ہیں،توان میں سے میری صلہ رحمی کا زیادہ حقدارکون ہے؟تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ،اور(پھر)آپ کے والد،اور(پھر)آپ کی بہن،اورآپ کا بھائی،پھرجوآپ کے قریب تر ہوں،اسی ترتیب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتطعيهما فيما أمراک ما لم يكن معصية(عمدة القاری للعینی، ج۲۲ص ۸۲، ۸۳، کتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة)

فيه الحث على بر الأقارب وأن الأم أحقهم بذلک، ثم بعدها الأب، ثم الأقرب فالأقرب .قالوا :وسبب تقدم الأم تعبها عليه وشفقتها وخدمتها، قلت :وفی التنزيل إشارة إلى هذا التأويل فی قوله تعالى :(حملته أمه كرها ووضعته كرها وحمله وفصاله ثلاثون شهرا) (الأحقاف15 :) ، فالتثليث فی مقابلة ثلاثة أشياء مختصة بالأم، وهی تعب الحمل ومشقة الوضع ومحنة الرضاع (مرقاة المفاتیح، ج۷ص ۳۰۷۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة)

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط والبزار، وفيه السری بن إسماعيل وهو متروک .ورواه البزار بنحوه بإسناد حسن غير إسناد الذی قبله(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱)

وقال الحوینی:

قال الطبرانیُّ ":لم يرو هذا الحديث عن الشعبی، إلَّا السریُّ بن إسماعيل، ولا يروى عن ابن مسعود إلَّا بهذا الإسناد ."

قُلْتُ :رضی الله عنک!فلم يتفرَّد به السریُّ، ثم إنَّ له إسناداً آخر عن ابن مسعود .أمَّا السریُّ بن إسماعيل، فقد تابعه محمد بن عبد الرحمن بن أبی ليلى، عن الشعبیّ بسنده سواء .أخرجه البزار فی "مسنده - 1888) "كشف الأستار) وقال " :لا نعلمه يروى عن الشعبی، عن مسروق إلَّا من حديث ابن أبی ليلى والسریُّ ."أمَّا الإسنادُ الآخر : فأخرجه البزار 1887)) ، والبيهقیُّ فی "الشعب "(ج 13/ رقم 7459) من طريق حرمی بن حفص، ثنا زياد بن عبد الرحمن، عن عاصم بن بهدلة، عن أبی وائل، عن ابن مسعودٍ مرفوعاً) :(اليدُ العُلْيَا خيرٌ من اليدِ السُّفلَى، وابدأ بمن تعولُ :أمکَ، وأباکَ، وأختکَ، وأخاکَ، وأدناکَ أدناکَ (). قال البزار ":لا نعلم رواه عن عاصمٍ هكذا، إلَّا زيادٌ "(تنبيه الهاجد، ج ۱ ص ۱۵۱، ۱۵۲)

Idara Ghufran

سے (ترجمہ ختم)

اور حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

يَدُ الْمُعْطِيْ الْعُلْيَا وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّکَ وَأَبَاکَ وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (سنن نسائی حدیث نمبر ۲۵۳۱، بَاب أَيَّتُهُمَا الْيَدُ الْعُلْيَا، واللفظ لهٗ، صحيح ابن حبان، ذكر البيان بأن على المرء إذا أراد الصدقة بأنه يبدأ بالأدنى فالأدنى منه دون الأبعد فالأبعد عنه، مستدرک حاکم، مسند البزار) [1]

ترجمہ: دینے والا ہاتھ (شریعت کی نظر میں) اونچا و بلند ہے، اور آپ دینے میں اس سے ابتداء کریں، جس کی آپ کفالت کرتے ہوں، اپنی ماں (پھر) اپنے باپ (پھر) اپنی بہن اور (پھر) اپنے بھائی سے، پھر جو آپ کے قریب ہو، درجہ بدرجہ (ترجمہ ختم)

ان رشتہ داروں کا ضرورت مند ہونے کی صورت میں درجہ بدرجہ نفقہ بھی انسان پر واجب ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کی تاکید واہمیت رشتوں کے قریب اور دور ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور اس سلسلہ میں شریعت نے رشتہ داروں کے درجات میں فرق رکھا ہے، چنانچہ والدہ کے صنفِ نازک ہونے اور بعض دوسری وجوہات سے صلہ رحمی میں مقدم اور والد کو مؤخر رکھا ہے، اور اس کے بعد بہن اور پھر بھائیوں کا درجہ ہے۔

اس لئے صلہ رحمی کرنے میں رشتہ داروں کے درجات میں فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے، اور سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکنا چاہئے۔

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه. وقال الذهبي في التلخيص: صحيح (حواله بالا)
وقال الهيثمي:
رواه البزار وذكر باسانيد أخر عن الاسود بن ثعلبة قال مثله ورجالهما ثقات ورجال الاول رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج۳ ص۹۸، باب في اليد العليا ومن أحق بالصلة)
وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح (ابنِ حبان، حواله بالا)

[2] (وابدأ بمن تعول) أي بمن تلزمك نفقته (مرقاة ج۴ ص۱۳۵۰، كتاب الزكاة، باب افضل الصدقة)
قوله "وابدأ بمن تعول "أي بمن تقوت (عمدة القارى، ج۸ ص۲۷۳، كتاب الزكاة، باب الصدقة قبل الرد)
قوله: (وابدأ بمن تعول) أي: بمن يجب عليك نفقته، وعال الرجل أهله: إذا مانهم أي: قام بما يحتاجون إليه من القوت والكسوة وغيرهما (عمدة القارى، ج۸ ص۲۹۴، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى)

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

اسلام سے پہلے دنیا کی علمی حالت

دنیا کی تمام قدیم تہذیبیں دین ومذہب کی بنیاد پر استوار ہوئی تھیں، مگر اسلام کے علاوہ کسی دین نے بھی اپنی دعوت کی بنیاد واساس، علم وعقل پر نہیں رکھی، تمام دینوں نے اپنی دعوت میں عقل واستدلال سے نہیں، صرف معجزات وخوارق (خلافِ عادت واقعات) سے کام لیا، عقلِ انسانی کو مخاطب نہیں کیا، عقل سے کام لینے کا بھی حکم نہیں دیا، اس لئے قدیم دنیا میں علم کی اہمیت بھی تسلیم نہ کی گئی، اور اہلِ ادیان ومذاہب، اندھی تقلید، جمود، توہمات، خرافات کی دلدلوں میں پڑے دھنستے چلے گئے۔

اسلام سے پہلے چین، ہندوستان، مصر، بابل، اشوریا، یونان اور روما علم کے مراکز مانے جاتے تھے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یونان کے علاوہ باقی ملکوں کے علوم کو علوم کہنا علم سے ناانصافی کرنا ہے۔

بابل، اشوریا اور مصر کے علوم زیادہ تر خرافات وتوہمات، سحر اور جادو کا مجموعہ تھے، چین اور ہندوستان بھی سحر وطلسم کی فضا میں سانس لے رہے تھے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چین نے اخلاقیات میں اور ہندوستان نے الٰہیات، ہیئت، اور طب میں کچھ قدم آگے بڑھائے، روما کا رشتہ علم سے برائے نام رہا، اور صرف یونان کے علوم سے رہا، رومن قوم کا مزاج علمی نہ تھا، یہ مادہ پرست قوم تھی، ملک گیری، شہنشاہی، سلب ونہب اور قوموں کو غلام بنانا اس کا من بھاتا مشغلہ تھا۔

یونان میں بلاشبہ بلند پایہ علماء وفلاسفہ پیدا ہوئے، اور انہوں نے انسانی ذہن ودماغ کے لئے نہایت قیمتی مواد بہم پہنچایا، دراصل یونان تمام پیش رو اور متمدن ملکوں کے علوم کا لائق وارث تھا، خاص طور پر، مصر، بابل، اشوریا، کے علوم اسی کو منتقل ہوگئے تھے، اسی لئے قدیم علمی دنیا میں یونان آفتاب بن کر چمکا، حتی کہ مسلمانوں کے عقلی علوم کا سرچشمہ بھی یونان ہی بنا۔

مگر یونان میں بھی علم کا دائرہ مدتوں چند افراد میں محدود رہا، اور جب وسعت پیدا ہوئی، تو علم کی جگہ ایک قسم کی ذہنی عیاشی نے لے لی، یونان کے حکماء وفلاسفہ لائقِ تعظیم سہی، مگر اس واقعہ سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یونان میں بھی علم نہ کبھی عام ہوا، نہ روزمرہ کی زندگی میں کبھی انسانوں کا رہنما بن

سکا۔

قدیم دنیا میں علم کے عام نہ ہونے کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ تحریر و کتابت کو ہر ملک میں ایک خاص گروہ نے اپنے لئے مخصوص کرلیا تھا، اور دوسروں پر اس کا دروازہ بند تھا، تھوڑے سے آدمی جو ایک خاندان یا ایک طبقے کے ہوتے تھے، اسے جانتے اور برتتے، علم سینہ بہ سینہ چلتا تھا، کتابیں لکھی نہیں جاتی تھیں، یاد کرلی جاتی تھیں، اور یاد کرادی جاتی تھیں، نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ علم تھا، چند نفوس میں محصور ہو کر رہ گیا تھا، اور ایک قسم کا طلسمی راز بن گیا تھا۔

یونان ایک ایسے دین کا پیرو تھا، جو روحانیت سے زیادہ مادیت کا دین تھا، اسی لئے یونان میں علم کو سانس لینے اور پھلنے پھولنے کا موقع ملا، لیکن اس عملی آزادی کے باوجود یونان بھی ایسے علم وعلماء کو برداشت نہیں کرتا تھا، جو اس کے دینی توہمات کا ساتھ نہ دیں، وہ یونان ہی تو تھا، جس نے سقراط جیسے جلیل القدر حکیم کو زہر کا پیالہ پلایا، وہ یونان ہی تو تھا، جہاں افلاطون مخصوص شاگردوں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے علمی خیالات ظاہر نہیں کرسکتا تھا، وہ یونان ہی تو تھا، جہاں سے یورپیڈیز کو بھاگنا پڑا، وہ یونان ہی تو تھا جہاں اسقلس سنگسار ہوتے ہوتے بچا، وہ یونان ہی تو تھا، جس کے چھوٹی کے فلاسفر ارسطو کو محض اس لئے وطن سے فرار ہوجانا پڑا کہ اس کا علم اس کے ہم وطنوں کے توہمات کا ساتھ نہ دے سکتا تھا۔

اس کے برعکس اسلامی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدرسوں اور کتب خانوں کا غیر منقطع سلسلہ چلا گیا تھا، ان گنت مسجدیں تھیں، ان گنت مسجدوں میں ان گنت مدرسے تھے، اور ان گنت مدرسوں کے ساتھ ان گنت کتب خانے تھے، کیونکہ ہر مدرسے کے لئے چھوٹے یا بڑے کتب خانے کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

مسجدوں میں درس وتدریس کے علاوہ علمی حلقے جما کرتے تھے، اور ان حلقوں میں ہر قسم کی بحثیں پوری آزادی کے ساتھ ہوا کرتی تھی، ہر عالم اپنی جگہ ایک دارالعلوم تھا، سفر میں، حضر میں، مسجد میں، گھر میں، ہر جگہ طالبانِ علم اسے گھیرے رہتے تھے، اور وہ اپنے علم سے بے خوف وخطر سب کو پوری آزادی وفیاضی سے سیراب کرتا تھا، ہاں اسلامی تاریخ میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگوں کو الحاد وزندقہ کے الزام میں موت کے گھاٹ اتارا گیا، لیکن اول تو یہ مثالیں اتنی کم ہیں کہ انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں، پھر عام طور پر ایسے واقعات کے اسباب سیاسی ہوا کرتے تھے، نہ کہ علمی ودینی، اگرچہ انہیں دینی رنگ ہی دے دیا جاتا تھا، پھر

اس قسم کے تمام واقعات کا تعلق شاعروں سے ہے یا (خود ساختہ) مدعیانِ تصوف سے، علماء و حکماء سے نہیں ہے، اس طرح کے معدودے چند واقعات اس مسلّم حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتے، کہ مسلمان اپنی علمی رواداری میں ایسے تھے کہ آج اس تہذیب و نور کے زمانے میں بھی دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

(انتخاب بتغیر از: مقدمہ "جامع بیان العلم وفضلہ" لابن عبدالبر الاندلسی، مترجم: عبدالرزاق ملیح آبادی)

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے

وہ نیشن جو ہیں آج گردوں کے تارے	دھند لکے میں پستی کے پنہاں تھے سارے
نہ ہنگامہ تھا گرم عبرانیوں کا	نہ اقبال یاور تھا نصرانیوں کا
پراگندہ دفتر تھا یونانیوں کا	پریشان تھا شیرازہ ساسانیوں کا
جہاز اہل روما کا تھا ڈگمگاتا	چراغ اہل ایراں کا تھا ٹمٹماتا
ادھر ھند میں ہر طرف تھا اندھیرا	کہ تھا گیاں گن کا لدا یاں سے ڈیرا
ادھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا	کہ دل سب نے کیش و کنش سے تھا پھیرا
نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں	نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں میں
ہوا ہر طرف موجزن تھی بلا کی	گلوں پہ چھری چل رہی تھی جفا کی
عقوبت کی حد تھی نہ پرسش خطا کی	پڑی لٹ رہی تھی ودیعت خدا کی
زمیں پر تھا ابر ستم کا وریڑا	تباہی میں تھا نوع انسان کا بیڑا
وہ قومیں جو آج ہیں غمخوارِ انساں	درندوں کی اور ان کی طینت تھی یکساں
جہاں عدل کے آج جاری ہیں فرماں	بہت دور پہنچا تھا واں ظلم و طغیاں
بنے آج جو گلہ باں ہیں ہمارے	وہ تھے بھیڑیے آدمی خوار سارے

گھٹا اک پہاڑوں کے بطحا سے اٹھی	پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دور دور اس کی پہنچی	جو ٹیکس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی

Idara Ghufran

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی	ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں	پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتش کدوں میں	لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر	جمے ایکجا سارے دنگل بچھڑ کر

لئے علم وفن ان سے نصرانیوں نے	کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے	کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا	کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا	فلاطوں کو پھر زندہ پھر کر دکھایا
ہر اک شہر قریہ کو یوناں بنایا	مزا علم وحکمت کا سب کو چکھایا
کیا بر طرف پردہ چشم جہاں سے	جگایا زمانے کو خوابِ گراں سے
ہر اک میکدے سے بھرا جاکے ساغر	ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہوکر
گرے مثلِ پروانہ ہر روشنی پر	گرہ میں لیا باندھ حکم پیمبر
کہ ”حکمت کو گمشدہ لال سمجھو	جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو“
کیا جاکے آباد ہر ملکِ ویراں	مہیا کئے سب کی راحت کے ساماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں	انہیں کردیا رشک صحن گلستاں
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے	یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے
ہموار سڑکیں یہ راہیں مصفا	دوطرفہ برابر درختوں کا سایہ
نشاں جابجا میل وفرسخ کے برپا	سرِ راہ کنویں اور سرائیں مہیا
انہیں کے ہیں سب یہ چربے اتارے	اسی قافلے کے نشاں ہیں یہ سارے

(انتخاب از: مسدس حالی)

تذکرۂ اولیاء (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط ۱۳) مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عقلِ خداداد سے روشن ہے زمانہ

(۱)......:

صد ہزاراں فضل دارد از علوم — جانِ خود را می نداند ایں ظلوم

داند او خاصیتِ ہر جوہرے — در بیانِ جوہر خود چوں خرے

قیمت ہر کالہ می دانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی زاحمقیست

جانِ جملہ علمہا ایں است ایں — کہ بدانی من کیم در یومِ دین

مطلب: (فرماتے ہیں) ایک فلسفی، ایک حکیم، ایک سائنٹسٹ، ایک مادہ پرست، خدا فراموش سکالر دنیا جہان کے علوم سے تو واقف اور باخبر ہوتا ہے، مادی کائنات کے عناصر واجزاء کی تحقیق وریسرچ میں تو بال کی کھال اتارتا ہے، نبات وجماد اور سب ذی حیات مخلوقات کی تخلیق، بناوٹ، ترکیبی ہیئت، منافع ومضرات کا کھوج لگانے میں عمر کھپا دیتا ہے، لیکن اپنی ہستی اور ذات کا یہ ظالم وجاہل انسان (انہ کان ظلوماً جھولا، الایۃ) ادراک وشعور حاصل نہیں کرتا۔

ہر کائناتی عنصر، ہر مادی ذرے کی اصل اور جوہر تک تو رسائی حاصل کر لیتا ہے، اس کے خاصیات اور منافع ومضرات سے واقفیت بہم پہنچا دیتا ہے، لیکن اپنے اصل اور جوہر (روح اور روح کے خواص، اور مقصدِ تخلیقِ آدم) سے بالکل انجان بنا رہتا ہے، اس باب میں بالکل گدھے پن کا مظاہرہ کرتا ہے، ہر ذرے کی قدر وقیمت کا کھوج لگا آتا ہے، لیکن انتہائی حماقت اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی قدر وقیمت کا کھوج نہیں لگاتا، کہ اللہ کے نزدیک انسان کی کیا قدر وقیمت ہے، کائنات میں انسان کی پوزیشن اور کیا اصل حیثیت ہے (اور اپنی اس ویلیو اور قدر وقیمت کو برقرار رکھنے کے لئے کس طرز کی زندگی گزارنی پڑتی ہے، کن کاموں میں عمر کھپانی پڑتی ہے، اس کا پورا ضابطہ اور دستور اللہ نے انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے سمجھایا ہے)

(فرماتے ہیں) حالانکہ دنیا جہان کے تمام علوم اور حکمت ودانش کی اصل روح اور جوہر یہ ہے کہ انسان یہ

Idara Ghufran

جان لے کہ کل حشر کے بازار میں میری کیا قیمت لگے گی، اور جنت وجہنم کی خریداری میں میں کس دام بکوں گا۔ ع کس دام بکیں گے، کوئی نگاہِ یار سے پوچھے

ہاں ہماری جانوں کی قیمت لگ چکی ہے، بولی لگانے والے خود ہمارے خالق ومالک اور ہمارے کریم رب ہیں، اور جس آفاقی تجارت کے لئے تمام اولادِ آدم کو یہ زندگی مستعار ملی ہے، ''رب السماوات والارض'' نے ''ملک الناس'' اور ''الٰہ الناس'' نے بنفسِ نفیس اس کے متعلق اپنا شاہی فرمان، اپنے بھیجے ہوئے صحیفۂ ہدایت اور ربانی منشور میں جاری اور نافذ فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہوں آیاتِ بینات:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (سورۃ الصف، آیت ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (سورۃ الانفطار، آیت ۶)

ترجمہ: اے انسان! تجھ کو اپنے کریم ومہربان رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا؟

(۲)......:

گر تو خواہی کت شقاوت کم شود　　جہد کن تا از تو حکمت کم شود
حکمتے کز طبع آید وز خیال　　حکمتے بے فیض نور ذوالجلال
حکمت دنیا فزائد ظن و شک　　حکمتِ دینی برد فوق فلک

مطلب: (فرماتے ہیں) اگر تو چاہتا ہے کہ تیری کم بختی اور شقاوت میں کمی آجائے، تو کوشش کر کہ فلسفہ سے (کائنات وموجودات اور مابعد الطبیعاتی امور میں مادیین فلاسفہ کے نظریات سے) چھٹکارا پالے، بے دین عقلاء کی عقلی لن ترانیوں پر فریفتہ ہونے سے کنارہ کشی کر لے (کہ یہ سب ظن وتخمین اور اٹکل پچو باتیں ہیں، جن کو نفس الامری حقیقت سے کچھ بھی مس نہیں)

(فرماتے ہیں) جو حکمت ودانش اور فلسفہ محض انسانی طبیعت اور فکر کی پیداوار ہو، اور خیالاتِ انسانی سے ناشی ہو، وہ رب ذوالجلال کے نورانی فیض سے خالی ہوتا ہے (جو فیض کہ مقربینِ بارگاہِ حق پر کشف والہام اور وحی کی صورت میں فائض ونازل ہوتا ہے، اور اس فیضِ ربانی سے ہی صحیح معنوں میں انکشافِ حقائق ہوتا ہے، اور ہستی کو اپنی ذات کا ادراک اور معرفت حاصل ہوتی ہے)

(فرماتے ہیں) یہ دنیوی حکمت ودانش اور مادی فلسفہ (جو بے دین فلاسفہ کی یادگار ہے) تو محض ظن وتخمین پر مبنی ہے، اور شکوک وشبہات ہی کو بڑھاتا ہے، بمصداق آیتِ کریمہ:

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا (سورة النجم، آیت ۲۸)

ترجمہ: وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم (گمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔

جبکہ وہ حکمت وفلسفہ جو آسمانی شریعتوں نے پیش کیا ہے، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے ناشی ہے، وہ تجھے آسمان سے بھی اوپر کی بلندیوں تک پہنچادے گا، اور مقامِ عروج کی معراج کرادے گا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس راستے سے انتہائے عروج پر لے جا کر معراج کرائی، بقول حضرت اقبال مرحوم:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے　　کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
(بالِ جبریل ص ۵)

﴿بقیہ صفحہ ۸۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

شہد اور شہد کی مکھیاں

پیارے بچو! انسان کے بنائے ہوئے کھانے تو ہم روزانہ کھاتے ہیں، ہم مختلف قسم کے انسانوں کے تیار کردہ شربت بھی استعمال کرتے ہیں۔

لیکن بچو! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے دو ایسے شربت تیار کرائے ہیں، جنہیں انسان نہیں بناتے، بلکہ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق تیار کرتی ہے۔ ان شربتوں میں ایک دودھ ہے اور دوسرا شہد ہے، دودھ، گائے، بھینس، بکریاں تیار کرتی ہیں اور شہد، اس کی مکھیاں تیار کرتی ہیں۔

بچو! کیا آپ کو پتہ ہے کہ ہم جو شہد کھاتے ہیں، وہ کیسے تیار ہوتا ہے؟

شہد کی مکھیاں جس کارخانے میں شہد تیار کرتی ہیں، اُس میں بہت سی مکھیاں کام کرتی ہیں، اور انسانوں کے لیے بہترین شہد تیار کرتی ہیں۔

بچو! آؤ دیکھیں! کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے شہد کی مکھیاں شہد تیار کرتی ہیں:

شہد تیار کرنے کے لیے لاکھوں کروڑوں مکھیاں صبح سورج کی روشنی کے نکلتے ہی رات کا اندھیرا پھیلنے تک شہد تیار کرنے کا کام کرتی رہتی ہیں، یہ مکھیاں پھلوں اور پھولوں سے رَس لے کر آتی ہیں، اور اپنے چھتے سے پھلوں اور پھولوں تک ہزاروں چکر لگاتی ہیں، پھلوں کا رَس اور پھولوں کا درمیان والا حصہ، جہاں زردی ہوتی ہے، ان مکھیوں کی منزل ہوتی ہے۔

پھلوں کے رس اور پھولوں کی زردی کے اس خزانے تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو خاص سمجھ دی ہے، شہد کی مکھیوں کے لئے پھلوں کے رس اور پھولوں کی زردی میں خاص اشارے اور ایک خاص کشش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ مکھیاں پھلوں اور پھولوں تک آسانی سے پہنچ جاتی ہیں۔

یہ خاص اشارے پھول کے اوپر اڑنے کے وقت شہد کی مکھیوں کی اس طرح رہنمائی کرتے ہیں، جس طرح ائیر پورٹ یا رَن وے کے اشارے جہاز اُتارتے وقت پائلٹ کی رہنمائی کرتے ہیں کہ اسے کہاں اُترنا ہے اور پھر کس طرف جا کے ٹھہرنا ہے۔

بچو! پھولوں کا رس پینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو ٹیوب جیسی زبان دی ہے جس طرح آپ نلکی

(اسٹرا) کے ذریعے ٹھنڈی بوتل پیتے ہیں، اسی طرح شہد کی مکھیاں پھولوں سے اُن کا رَس پیتی ہیں، آپ تو نلکی کو پھینک دیتے ہیں، لیکن شہد کی مکھیاں اپنے اسٹرا کو تہہ کر کے منہ کے اندر رکھ لیتی ہیں، اپنے چھتے میں آنے کے بعد وہ پھولوں کے رس کی مدد سے شہد تیار کرتی ہیں، شہد کی مکھی بہت سے پھولوں کا رس پینے کے بعد اپنے چھتے میں اس رَس کو محفوظ کر لیتی ہے۔

بچو! پھولوں اور پھلوں کی ہزاروں قسمیں ہیں، انسان کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ وہ جو شہد کھا رہا ہے اس میں کتنی قسم کے پھولوں کا کتنی مقدار میں رس شامل ہے۔ شہد کے ایک چمچ کھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بہت سارے پھلوں، پھولوں، جڑی بوٹیوں وغیرہ کو شہد کے ایک چمچ کے ساتھ اپنے جسم میں داخل کرلیا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شہد میں بہت سی بیماریوں کی شفاء رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شہد کی حفاظت کا ایسا انتظام کیا ہے کہ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ شہد کی مکھیوں کے چھتے پر سپاہی اور دربان کا کام دینے والی مکھیاں بھی موجود ہوتی ہیں، جب شہد کی مکھیاں باغوں اور کھیتوں سے رس لا کر واپس اپنے چھتے میں پہنچتی ہیں تو سپاہی مکھیاں اُس رس کو چیک کرتی ہیں کہ اُن میں کوئی شہد کو خراب کرنے والی چیز تو نہیں ہے، اگر کوئی مکھی ایسی کوئی چیز اپنے ساتھ چھتے میں لے کر آتی ہے تو چھتے پر موجود سپاہی مکھیاں یعنی سیکورٹی گارڈ اس مکھی کے اسی وقت دو ٹکڑے کر کے نیچے پھینک دیتی ہیں، اگر ایسا انتظام موجود نہ ہو تو ممکن ہے کہ شہد میں بہت سی زہریلی چیزیں شامل ہو جاتیں اور اس شہد سے انسان کی جان کو نقصان پہنچ جاتا۔

شہد کے ایک چھتے میں ایک وقت میں ہزاروں مکھیاں ہوسکتی ہیں، ان مکھیوں کے مختلف گروپ مختلف کام کرتے ہیں، مثلاً بہت سی مکھیاں چھتہ تیار کرنے کا کام کرتی ہیں، جو چھتے میں حیران کن ڈیزائن کے مطابق ایک سائز کے خانے بناتی ہیں، بہت سی مکھیاں نئی پیدا ہونے والی مکھیوں کی پرورش کرتی ہیں، بہت سی مکھیاں پھولوں اور پھلوں سے رس تلاش کر کے لاتی ہیں، اور بہت سی مکھیاں چھتے کی حفاظت کرتی ہیں، اور سردیوں اور گرمیوں کے مختلف درجہ حرارت کے باوجود چھتے کے اندرونی درجہ حرارت کو ایک مخصوص ٹمپریچر پر برقرار رکھتی ہیں، جب چھتے کے اردگرد فضاء سخت گرم ہوتی ہے تو شہد کی مکھیاں اپنے پروں کی حرکت سے چھتے کے اندر درجہ حرارت کو بڑھنے سے روکتی ہیں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا موم کا بنا ہوا گھر گرمی سے پگھل سکتا ہے، اور شہد خراب اور ضائع ہوسکتا ہے۔

رس تلاش کرنے والی مکھیاں صبح سویرے رزق کی تلاش میں نکل جاتی ہیں، پہلی مکھی کو جیسے ہی خوراک کا ذخیرہ نظر آتا ہے، وہ تیزی سے اپنے چھتے کے قریب آتی ہے اور ایک خاص طریقے سے اپنی تمام ساتھی

مکھیوں کو بتاتی ہے کہ غذا کا ذخیرہ کس جگہ موجود ہے اور یہ جگہ چھتے سے کتنے فاصلے پر ہے۔

شہد کی مکھیوں میں سونگھنے کی حیران کن صلاحیت ہے، یہ بہت دُور سے آسانی کے ساتھ پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سونگھ سکتی ہے۔

بچو! شہد کی مکھی کی آنکھیں بھی عجیب طرح کی ہیں، انسان اپنی آنکھوں سے پھولوں کی پتیاں، اور اس کے رنگ کو دیکھ سکتا ہے، لیکن شہد کی مکھی پھول کے مختلف حصوں کے اندر نقصان دینے والی چیزوں اور گرد و غبار کے باریک ترین ذرے بھی دیکھ لیتی ہیں۔

بچو! شہد کے چھتے کے گرد ہر وقت ایک گونج کی آواز سی آتی رہتی ہے، عام لوگ اس گونج کو مکھیوں کی آواز سمجھتے ہیں لیکن یہ گونج مکھیوں کی آواز نہیں ہوتی، بلکہ یہ آواز مکھیوں کے پروں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے، ایک مکھی ہر سیکنڈ میں پروں کو کئی بار حرکت دیتی ہے لیکن پَروں کو اتنی زیادہ حرکت دینے کے باوجود یہ پَر نہ کبھی خراب ہوتے ہیں اور نہ پھٹ کر الگ ہوتے ہیں۔

بچو! یہ سارے حیران کر دینے والے کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتے، جہاں ہزاروں کارکن مکھیاں کام کر رہی ہیں، وہاں اُن کا ایک دوسرے سے رابطہ ضروری ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کے آپس میں رابطے کا ایک عجیب نظام بنایا ہے، آپس کے رابطے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر دو انٹینے لگائے ہوئے ہیں، جو وائرلس اور موبائل سسٹم کا کام دیتے ہیں، آپس کے رابطے کے ذریعے سے ہزاروں مکھیاں بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اپنی اپنی ڈیوٹیاں بہت اچھے طریقے سے انجام دیتی ہیں۔

بچو! آپ نے دیکھا کہ آپ جو مزیدار شہد کھاتے ہیں اس شہد کو آپ تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیسی زبردست فیکٹری اور کارخانہ لگا رکھا ہے، اور اس فیکٹری میں لاکھوں کارکن مکھیاں کس طرح دن رات آپ کے لیے مزیدار شہد تیار کرنے میں مصروف رہتی ہیں۔

بچو! کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ شہد کی یہ ننھی منی مکھیاں انسانوں کے لیے شفاء پہنچانے والا شہد تیار کرنے میں کیوں کامیاب ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مکھیوں کو جو ہدایت دی ہے، اور جو سیدھا راستہ مقرر کیا ہے، یہ مکھیاں اس سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہوتیں، یہ ننھی منی مکھیاں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گزارتی ہیں، اور یہ مکھیاں جو شہد انسان کے لیے تیار کرتی ہے، وہ ان کے اپنے کام بھی آتا ہے، اور انسانوں کے کام بھی آتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم اور آپ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں تو یقیناً ہمارے اعمال بھی خود ہمارے اور تمام انسانوں کے لیے خوش حالی، صحت، تندرستی اور شفا کا باعث بن سکتے ہیں۔

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

معاف کرتے رہنا (تیسری وآخری قسط)

معزز خواتین! دوسروں کی طرف سے قصداً یا غیر ارادی طور پر پہنچنے والی تکالیف اور نا گوار باتوں کو معاف کرنے کی فضیلت واہمیت قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں پہلے بیان کی جا چکی ہے، اب اسی عمل کی عقلی ضرورت اور اس کے فوائد بیان کیے جاتے ہیں، دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی ناگوار اور تکلیف دہ بات کو معاف کر دینے اور انتقامی جذبہ سے دل خالی کر لینے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان پرسکون ہو جاتا ہے، جو قلبی سکون معاف کر دینے سے حاصل ہوتا ہے، انتقام لینے سے وہ سکون نہیں ملا کرتا، شاید اسی وجہ سے داناؤں کا قول ہے کہ ’’معافی بہترین انتقام ہے‘‘

جب تک انسان انتقام لینے کے متعلق سوچتا رہتا ہے، وہ وقت تو یقیناً ایک اضطراب و بے چینی اور ٹینشن میں گزرتا ہے، اور جب انسان انتقام و بدلہ لے لیتا ہے، تو گو وقتی طور پر اسے سکون محسوس ہوتا ہے، لیکن وہ سکون عارضی ہوتا ہے، اور پھر انسان ندامت وشرمندگی محسوس کرتا ہے، خصوصاً اُس شخص کا سامنا کرنے سے کنی کتراتا ہے۔

چونکہ کوئی انسان بھی بشری غلطیوں سے معصوم نہیں ہوتا سوائے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے، اس لئے آئندہ کسی موقع پر اس انسان سے بھی دوسرے کو کوئی ناگوار بات پہنچ جانا صرف ممکن ہی نہیں، بلکہ ایسا عموماً ہو جایا کرتا ہے، اب اگر اس نے دوسرے کی ناگوار بات کو درگزر کیا ہوگا، تو جب اس کی طرف سے دوسرے کو ناگوار بات پہنچے گی، تو اسے بھی معافی کی امید ہوگی، اور دوسرے سے معافی مانگنا آسان بھی ہوگا۔

نیز جب آپس میں کسی بات کی وجہ سے دو افراد کا اختلاف ہوتا ہے، تو عموماً دونوں افراد کی کسی درجے میں کچھ نہ کچھ غلطی اور قصور ہوتا ہے، اگرچہ ہر فریق کے دل میں یہی بات بیٹھی ہوتی ہے کہ میں بے قصور ہوں اور سارا قصور دوسرے کا ہی ہے، سو جس شخص کی عادت معاف کرنے اور درگزر کرنے کی ہوگی، وہ فائدے میں رہے گا، اس لئے کہ اگر بالفرض بعد میں غور کرنے سے یا کسی کے بتانے سمجھانے سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا، تو اسے دوسرے فریق سے معاف کرانا آسان ہوگا، اور اس کے برعکس جو شخص معاف کرنے کے بجائے بدلہ لینے کا عادی ہوگا، اسے غلطی کا احساس ہو جانے پر معافی تلافی کرانے میں ایک طرح کی

رکاوٹ محسوس ہوگی، اس لئے انسان کو دوسرے سے چشم پوشی کرنے اور درگزر کرنے میں جلدی اور پیش قدمی کرنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ع ہم الزام ان کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

معاف نہ کرنے پر وعید

قصوروار کے عذر معذرت کرنے پر اس کا قصور معاف نہ کرنے پر بعض احادیث میں سخت وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ فَلَمْ يَعْذُرْهُ أَوْ يَقْبَلْ عُذْرَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ (رواه البيهقي في شعب الايمان ، فصل في ترك الغضب، المعجم الاوسط)

ترجمہ: جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے (اپنے کسی قصور پر) معذرت کرے، اور وہ شخص اس کو معذور قرار نہ دے (یعنی اس کے عذر کو ناقابلِ تسلیم قرار دے دے، اور کہے کہ تمہیں کوئی عذر نہیں ہے، بلکہ عذر کے نام پر جھوٹ بول رہے ہو) یا اس کے عذر کو قبول نہ کرے (یعنی یوں کہے کہ تم عذر تو رکھتے ہو، مگر میں تمہارے عذر کو قبول نہیں کرتا) تو وہ اسی درجے کا گناہ گار ہوگا، جس درجہ کا صاحبِ مکس گناہ گار ہوتا ہے۔

''صاحبِ مکس'' سے مراد ہے، ٹیکس وصول کرنے والا، علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اور عام طور پر صاحب مکس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو از راہ ظلم و تعدی ناحق محصولات وصول کرے ناحق اور خلاف شرع محصولات لگانے اور وصول کرنے کا گناہ بہت سخت ہے ایک حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ صاحب مکس جنت میں نہیں جائے گا۔ [1]

عذر خواہی کو قبول نہ کرنے والے اور صاحب مکس کے درمیان مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ مذکورہ شخص کی طرح صاحبِ مکس بھی محصول دہندہ کے کسی عذر اور دلیل کو قبول نہیں کرتا کوئی تاجر لاکھ کہے کہ مجھ پر اس قدر محصول عائد نہیں ہوتا یا میرے پاس مال تجارت کا نہیں ہے بلکہ امانت کا ہے اور یا یہ کہ میں قرض دار ہوں یہ محصول ادا نہیں کرسکتا وغیرہ مگر وہ اس کی بات کو تسلیم نہیں کرتا اس سے زبردستی محصول وصول کرلیتا ہے (مظاہر حق جدید، ج۴ص۵۹۳)

دوسرے کی طرف سے کی جانے والی معذرت کو قبول نہ کرنے کی مذمت کے بارے میں ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] لایدخل الجنة صاحب مکس (سنن ابی داؤد)

عِفُّوا عَنْ نِسَاءِ النَّاسِ تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ وَبَرُّوا آبَاءَكُمْ تَبَرَّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ وَمَنْ أَتَاهُ أَخُوهُ مُتَنَصِّلًا فَلْيَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ مُحِقًّا كَانَ أَوْ مُبْطِلًا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "(المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

ترجمہ: لوگوں کی عورتوں سے پاک دامن رہو (یعنی تم دوسروں کی عورتوں پر بری نظر نہ رکھو) تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، تم اپنے باپ سے اچھا سلوک کرو، تمہارے بیٹے تم سے اچھا سلوک کریں گے، اور جس شخص کے پاس اس کا کوئی (مسلمان) بھائی (اپنے کسی قصور پر) معذرت خواہ بن کر آئے، تو اسے چاہئے کہ اس کی معذرت قبول کرے، خواہ اس کی معذرت صحیح ہو یا غلط، اگر اس نے ایسا نہ کیا (یعنی اپنے قصوروار بھائی کی معذرت کو قبول نہ کیا) تو (وہ یاد رکھے کہ) اس کو حوضِ کوثر پر آنا نصیب نہیں ہوگا (مستدرک حاکم)

اسی طرح ایک روایت میں یوں ارشاد ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عِفُّوا تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ، وَبِرُّوا آبَاءَكُمْ يَبِرُّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ، وَمَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ مِنْ شَيْءٍ بَلَغَهُ عَنْهُ فَلَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهُ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ (المعجم الاوسط)

ترجمہ: تم پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، اور تم اپنے باپ سے اچھا سلوک کرو، تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے کسی ایسی بات کی وجہ سے جو اس کی طرف سے پہنچی ہے، معذرت کرے، اور وہ اس کی معذرت کو قبول نہ کرے، تو وہ حوضِ کوثر پر نہ آسکے گا (المعجم الاوسط)

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص سے دوسرے کے حق میں کوئی کوتاہی یا قصور ہو جائے، اور وہ اپنی اس کوتاہی پر اس سے حق تلفی کی معذرت کرے، یا اپنے قصور و غلطی کی معافی مانگے، تو اس کو ضرور معاف کر دینا چاہئے، ورنہ وہ ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والے کی طرح گناہ گار ہوگا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوضِ کوثر تک پہنچنے سے بھی محروم رہے گا، جو بڑی حسرت اور افسوس کی بات ہے۔

بعض مرد و خواتین اتنے اڑیل اور ضدی ہوتے ہیں کہ باوجود دوسرے کے معذرت اور معافی تلافی کرنے کے اس کی معذرت قبول کر کے اسے معاف نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو ان احادیث سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے اپنی روش تبدیل کرنی چاہئے۔

بلکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کا طریقہ تو یہ تھا کہ قصوروار کے معذرت کرنے اور معافی مانگنے سے پہلے ہی وہ خود اسے دل سے معاف کر دیا کرتے تھے، قصوروار کے معافی مانگنے کے انتظار میں نہیں رہا کرتے تھے۔

اس لئے ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر بزرگانِ دین کی اتباع کرتے ہوئے ایذاء دینے والوں کو ان کی طرف سے معافی مانگنے کا انتظار کیئے بغیر خود ہی دل سے معاف کر دینا چاہیئے، اور یہ معاف کرنا ان کی خاطر سے نہ ہونا چاہیئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں اجر وثواب اور اپنی بخشش کے حصول کی خاطر کرنا چاہیئے، اور اس معاف کرنے کا اس قصوروار پر کچھ بھی احسان کسی درجے کا نہ سمجھنا چاہیئے۔

اور معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا یا آخرت میں اس سے انتقام نہ لیا جائے، اور بس، اگر کوئی شخص دوسرے کو اس طرح معاف کر دے، تو معاف کرنے کے فضائل حاصل ہو جائیں گے، اور معاف نہ کرنے کی وعیدوں سے بچ جائے گا، لہٰذا اگر دل میں اس شخص کی طرف سے طبعی وغیر اختیاری طور پر انقباض رہا، اور خوشگوار تعلقات قائم نہ ہو سکے، لیکن اس شخص نے بدلہ لینے کا ارادہ ترک کر دیا، اور تعلقات صرف حقوق کی ادائیگی کی حد تک رکھے، تب بھی ان شاء اللہ معاف کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح معاف کرنے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں اس شخص کی طرف سے آئندہ اس قسم کی تکلیف پہنچنے کا سدِ باب نہ کیا جائے، اگر اندیشہ ہو کہ وہ شخص دوبارہ ایسی حرکت کرے گا، تو اس کی روک تھام کے لئے کوئی تدبیر کرنا بھی معافی کے خلاف نہیں، ایسی صورت میں اپنا سابقہ حق تو معاف کر دیا جائے، اور آئندہ اس کی تکلیف سے بچنے کے لئے بااختیار افراد سے مدد لے لی جائے، تب بھی ان شاء اللہ معافی کی فضیلت حاصل رہے گی، جب کبھی کسی شخص کے خلاف انتقام کا جذبہ پیدا ہو، یہ سوچ لینا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا (ملاحظہ ہو: آسان نیکیاں، ص۶۳)

اور اللہ کی رضا کی خاطر معاف کرنے کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ جب کسی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو اللہ کے لئے معاف کر دیا، تو اب اس کے بارے میں برا سوچنا، اس کا برا چاہنا، یا اس کو برا کہنا، یا اس کی غیبت کرنا، یا اس کو کسی طرح تکلیف پہنچانا، حتیٰ کہ اس کے حق میں بددعا کرنا بھی درست نہ رہا، اس کے بعد اس کی زیادتی کو قصداً بھلا دینا چاہیئے، اگرچہ یہ کام خاصا مشکل ہے، مگر دنیوی اخروی خیر اور نیک انجامی اسی میں ہے، اللہ تعالیٰ سے توفیق عمل کی مانگنی چاہیئے۔ واللہ الموفق۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

عید کی نماز میں چھ زائد تکبیرات اور اُن کا ثبوت

سوال

عید کی نماز میں چھ زائد تکبیرات کا ثبوت کن احادیث وروایات سے ہے؟
تفصیلی جواب سے ممنون فرمائیں۔

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ زائد تکبیرات اور تکبیرِ تحریمہ اور رکوع کی تکبیرات سمیت دونوں رکعتوں میں مجموعی طور پر نو تکبیرات کا ہونا کئی صحیح احادیث وروایات سے ثابت ہے۔

جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے متبعین نے اختیار کیا ہے۔ [۱]

اور کئی صحیح احادیث وروایات میں بارہ تکبیرات کا ذکر ہے، جس کو دوسرے فقہائے کرام نے اختیار کیا ہے۔

آج کل بعض لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بیان کردہ طریقہ کو احادیث وروایات کے خلاف کہتے ہیں۔

اس لیے اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوْا أَعْيَادَكُمْ بِالتَّكْبِيْرِ (المعجم الصغير للطبراني، حديث نمبر ۵۹۹، المكتب الإسلامي، بيروت، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۴۳۷۳) [۲]

---

[۱] قال أبو حنيفة رضى الله عنه فى العيدين الفطر والأضحى سواء يكبر الإمام تسع تكبيرات فى العيدين يفتتح الصلاة فيكبر اربعا بالتى يفتتح بها الصلاة ثم يقرأ ثم يكبر فيركع ثم يقوم فيقرأ ثم يكبر اربعا يركع بالرابع فيفتتح الصلاة بالتكبير ويختم الصلاة بالتكبير وهذا قول عبد الله بن مسعود رضى الله عنه (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۲۹۸، باب العيدين)

[۲] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط وفيه عمر بن راشد ضعفه أحمد وابن معين والنسائى وقال العجلى: لا بأس به (مجمع الزوائد، ج۲ ۱۹۷، أبواب العيدين، باب التكبير فى العيدين)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عیدوں کو تکبیر کے ذریعہ سے مزیّن کرو (ترجمہ ختم)

اس کے عمومی مفہوم میں عید کی نماز میں اور خطبہ میں نیز عید کی نماز کے لئے جاتے آتے ہوئے کثرت سے تکبیرات کہنا سب داخل ہے۔

اور حضرت عاصم ابوعبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلّٰى بِنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا، وَأَرْبَعًا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ حِيْنَ انْصَرَفَ، قَالَ: لَا تَنْسَوْا، كَتَكْبِيْرِ الْجَنَائِزِ، وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهٖ، وَقَبَضَ إِبْهَامَهٗ

(شرح معانی الآثار،حدیث نمبر ۷۲۷۳، کتاب الزیادات، باب صلاۃ العیدین کیف التکبیر فیھا)

ترجمہ: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام نے یہ حدیث بیان کی کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن نماز پڑھائی، تو (ہر رکعت میں) چار چار تکبیریں کہیں، پھر ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک پھیر کر فرمایا کہ تم (ان تکبیروں کو) نہ بھولو، جنازہ کی تکبیر کی طرح، اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا، اور اپنے انگوٹھے کو بند کرلیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ اور رکوع کی تکبیر سمیت ہر رکعت میں چار چار تکبیرات کہیں، جس کی مزید وضاحت اگلی روایات میں آتی ہے۔

یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں ہے، اور اس کی تائید کئی دوسری روایات وآثار سے ہوتی ہے۔ [۱]

---

[۱] قال الطحاوی:فَهَذَا حَدِيثٌ ,حَسَنُ الْإِسْنَادِ (حواله بالا)

وقال الالبانی:قلت :و هو كما قال رحمه الله تعالى ، فإن القاسم هذا هو ابن عبد الرحمن الدمشقی أبو عبد الرحمن صاحب أبی أمامة ، و هو صدوق حسن الحديث .و الوضين بن عطاء ، أورده ابن أبی حاتم برواية جمع من الثقات عنه ، و روى عن ابن معين أنه قال فيه " :لا بأس به . "و عن أحمد " :ثقة ليس به بأس " .و عن أبی حاتم " :نعرف و ننكر . "قلت :فمثله لا ينزل حديثه عن مرتبة الحسن .و سكت عنه البخاری فی "التاريخ الكبير "، و من دونه ثقتان مشهوران من رجال البخاری .فالحديث شاهد قوی بهذا الإسناد لما أخرجه أبو داود و غيره بإسناد حسن عن أبی عائشة جليس لأبی هريرة :أن سعيد بن العاص سأل أبا موسى الأشعری و حذيفة بن اليمان :كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر فی الأضحى و الفطر ؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت مکحول سے روایت ہے کہ:

أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ عَائِشَةَ، جَلِيْسٌ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ، سَأَلَ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ، وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ أَبُوْ مُوسٰى: كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقال أبو موسى :كان يكبر أربعا تكبيره على الجنائز .فقال حذيفة :صدق .فقال أبو موسى :كذلك كنت أكبر فى البصرة حيث كنت عليهم .فقال أبو عائشة :و أنا حاضر سعيد بن العاص .لكن أبو عائشة هذا غير معروف كما قال الذهبى ، و قال الحافظ " :مقبول . " يعنى عند المتابعة .و على هذا ينبغى أن يكون هذا الحديث مقبولا عند الحافظ ، لأنه قد تابعه القاسم أبو عبد الرحمن فى رواية الطحاوى ، و هو و إن لم يسم الصحابى فإنه لا يضر عند أهل السنة ، لأن الصحابة كلهم عدول مع احتمال أن يكون هو أبا موسى الذى فى هذه الطريق الأخرى ، ثم كيف لا يكون الحديث مقبولا و هو حسن الإسناد من الرواية الأولى .و هى فى الحقيقة رواية عزيزة جيدة ، مما حفظه لنا الإمام الطحاوى رحمه الله ، و لست أدرى لم لم يتعرض لها بذكر كل الذين أخرجوه من الطريق الأخرى من الذين تكلموا عليه بالتضعيف كالنووى و العسقلانى ،بل و الزيلعى ، هو أحوج ما يكون إليه لدعم مذهبه الحنفى !و قد استدركه عليه المحشى الفاضل ، و نقل عن الحافظ فى "الفتح "أنه قال " :إسناده قوى . "و لم أقف عليه الآن فى مظانه من "الفتح . "و الله أعلم .و يزداد قوة بما رواه عبد الرزاق (٥٦٨٦)عن الثورى عن أبى إسحاق عن علقمة و الأسود بن يزيد :أن ابن مسعود كان يكبر فى العيدين تسعا ، تسعا ، أربعا قبل القراء ة ثم كبر فركع ، و فى الثانية يقرأ فإذا فرغ كبر أربعا ثم ركع .و إسناده صحيح كما قال ابن حزم و غيره .و أخرجه ابن أبى شيبة(١٧٣/٢)و الطحاوى فى "شرح المعانى "(٣٤٨/٤)عن سفيان عن أبى إسحاق عن عبد الله بن أبى موسى ، و عن حماد عن إبراهيم :أن أميرا من أمراء الكوفة -قال سفيان :أحدهما سعيد بن العاصى ، و قال الآخر :الوليد بن عقبة -بعث إلى عبد الله بن مسعود و حذيفة بن اليمان و عبد الله بن قيس (يعنى أبا موسى) فقال :إن هذا العيد قد حضر فما ترون ؟ فأسندوا أمرهم إلى عبد الله ، فقال :يكبر تسعا :تكبيرة يفتتح بها الصلاة ، ثم يكبر ثلاثا ، ثم يقرأ سورة ، ثم يكبر ، ثم يركع .ثم يقوم فيقرأ سورة ، ثم يكبر أربعا يركع بإحداهن .و هو من طريق عبد الله بن أبى موسى صحيح ، و هو حمصى مخضرم ثقة .وكذلك هو من طريق إبراهيم ، و هو ابن يزيد النخعى ، و هو و إن كان لم يسمع من ابن مسعود فمن المعروف من ترجمته أن ما أرسله عنه فهو صحيح .و رواه الطحاوى من طريق زهير بن معاوية عن أبى إسحاق عن إبراهيم بن عبد الله بن قيس عن أبيه أن سعيد بن العاص دعاهم يوم عيد ..الحديث نحوه ، فأدخل بين أبى إسحاق و عبد الله بن قيس -إبراهيم بن عبد الله هذا ، و من الظاهر أنه ابن عبد الله بن أبى موسى الذى فى الإسناد الذى قبله ، فإنه يقال :عبد الله بن أبى موسى ، و عبد الله بن قيس ، و عبد الله بن أبى قيس كما فى "التقريب "، فإن كان كذلك فإنى لم أعرف إبراهيم هذا .و من طبقته إبراهيم بن أبى موسى الأشعرى وثقه العجلى ، فيحتمل على بعد أنه هو .و الله أعلم .و له طريق أخرى عند ابن أبى شيبة (١٧٤/٢)و البيهقى(٢٩١/٣)عن معبد بن خالد عن كردوس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

الْجَنَائِزِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ :صَدَقَ، فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: كَذٰلِكَ كُنْتُ أُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ، حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ أَبُو عَائِشَةَ : وَأَنَا حَاضِرٌ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ

(ابوداؤد،حدیث نمبر۱۱۵۳،کتاب الصلاۃ، باب التکبیر فی العیدین، المکتبۃ العصریۃ، بیروت) لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال :قدم سعيد بن العاص قبل الأضحى فأرسل إلى عبد الله بن مسعود و إلى أبى موسى و إلى أبى مسعود الأنصارى ،فسألهم عن التكبير ؟ قال :فقذفوا بالمقاليد إلى عبد الله ، فقال عبد الله :تقوم فتكبر أربع تكبيرات ثم تقرأ ، ثم تركع فى الخامسة ، ثم تقوم فتقرأ ثم تكبر أربع تكبيرات ، فتركع بالرابعة .و إسناده صحيح إلى كردوس ، و أما هذا ، فقد وثقه ابن حبان(۳/۲۲۸)و روى عنه جمع من الثقات كما فى " الجرح و التعديل "(۷/۱۷۵)و "التهذيب "لكن اختلفوا فى اسم أبيه ، و هل هو واحد أو أكثر ،فمثله إن لم يحتج به ، فلا أقل من أن يستشهد به ، و قد أشار إلى هذا الحافظ بقوله فى "التهذيب "ث " :مقبول ." و يشهد له ما روى عبد الله بن الحارث قال ":صلى بنا ابن عباس يوم عيد فكبر تسع تكبيرات ، خمسا فى الأولى ، و أربعا فى الأخرى ، والى بين القراء تين . "أخرجه ابن أبى شيبة .و إسناده صحيح على شرط الشيخين ، و عبد الله بن الحارث هو الأنصارى أبو الوليد البصرى نسيب ابن سيرين و ختنه .قلت :فهذه آثار كثيرة قوية تشهد لحديث الترجمة ، و هى و إن كانت موقوفة ، فهى فى حكم المرفوع ، لأنه يبعد عادة أن يتفق جماعة منهم على مثله دون توقيف ، و لو جاء مثله غير مرفوع لكان حجة ، فكيف و قد جاء مرفوعا من وجهين أحدهما حديث الترجمة ، و الآخر شاهده المذكور عن أبى عائشة ، و أما إعلال البيهقى إياه بمخالفته للذين رووه عن ابن مسعود موقوفا ، فكان يمكن الاعتداد به ، لولا الطريق الأولى ، و هى مما فات البيهقى فلم يتعرض لها بذكر ، و لهذا قال عقب أثر كردوس المتقدم و غيره " :و هذا رأى من جهة عبد الله رضى الله عنه ، و الحديث المسند مع ما عليه عمل المسلمين أولى . "و قد تعقبه ابن التركمانى بقوله " :قلت :هذا لا يثبت بالرأى .قال أبو عمر فى "التمهيد : "مثل هذا لا يكون رأيا ، و لا يكون إلا توقيفا ، لأنه لا فرق بين سبع و أقل و أكثر من جهة الرأى و القياس ، و قال ابن رشد فى "القواعد : "معلوم أن فعل الصحابة فى ذلك توقيف ، إذ لا يدخل القياس فى ذلك ، و قد وافق ابن مسعود على ذلك جماعة من الصحابة و التابعين ، أما الصحابة فقد قدمنا ذكرهم ، و أما التابعون فقد ذكرهم ابن أبى شيبة فى (مصنفه) (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

لے (حكم الألبانى): حسن صحيح.

أخرجه أبو داود و غيره بإسناد حسن عن أبى عائشة جليس لأبى هريرة :أن سعيد بن العاص سأل أبا موسى الأشعرى و حذيفة بن اليمان :كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر فى الأضحى و الفطر ؟ فقال أبو موسى :كان يكبر أربعا تكبيره على الجنائز .فقال حذيفة :صدق .فقال أبو موسى :كذلك كنت أكبر فى البصرة حيث كنت عليهم .فقال أبو عائشة :و أنا حاضر سعيد بن العاص .لكن أبو عائشة هذا غير معروف كما قال الذهبى ، و قال الحافظ " :مقبول . " يعنى عند المتابعة .و على هذا ينبغى أن يكون هذا الحديث مقبولا عند الحافظ ، لأنه قد تابعه القاسم أبو عبد الرحمن فى رواية الطحاوى ، و هو و إن لم يسم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: مجھے حضرت ابو عائشہ نے خبر دی، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے، کہ حضرت سعید بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کس طرح تکبیر کہتے تھے؟ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار تکبیریں کہتے تھے، جس طرح جنازہ پر (چار) تکبیریں کہی جاتی ہیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچ فرمایا، پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں اسی طرح تکبیر کہتا تھا، جب میں بصرہ کے لوگوں کے ساتھ تھا، اور ابو عائشہ نے فرمایا کہ میں سعید بن عاص کے ساتھ (اس وقت) موجود تھا (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ دَعَا أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَ فَقَالَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى ؟ فَقَالَ: أَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا، تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ وَصَدَّقَهُ حُذَيْفَةُ فَقَالَ أَبُوْ عَائِشَةَ : فَمَا نَسِيتُ بَعْدُ قَوْلَهُ تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ، وَ أَبُوْ عَائِشَةَ حَاضِرٌ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۹۷۳۴)

ترجمہ: حضرت سعید بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو بلایا، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں کس طرح تکبیر کہتے تھے؟ تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ چار تکبیرات کہتے تھے، جس طرح جنازہ پر (چار) تکبیریں کہی جاتی ہیں، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الصحابی فإنه لا يضر عند أهل السنة ، لأن الصحابة كلهم عدول مع احتمال أن يكون هو أبا موسى الذى فى هذه الطريق الأخرى ، ثم كيف لا يكون الحديث مقبولا و هو حسن الإسناد من الرواية الأولى .و هى فى الحقيقة رواية عزيزة جيدة ، مما حفظه لنا الإمام الطحاوى رحمه الله ، و لست أدرى لم لم يتعرض لها بذكر كل الذين أخرجوه من الطريق الأخرى من الذين تكلموا عليه بالتضعيف كالنووى و العسقلانى ،بل و الزيلعى ، هو أحوج ما يكون إليه لدعم مذهبه الحنفى !و قد استدركه عليه المحشى الفاضل ، و نقل عن الحافظ فى "الفتح "أنه قال " :إسناده قوى . "و لم أقف عليه الآن فى مظانه من "الفتح . "و الله أعلم .(سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

Idara Ghufran

نے تصدیق فرمائی، پھر حضرت ابوعائشہ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوموسیٰ کی اس بات کو آج تک نہیں بھولا کہ جس طرح جنازہ پر (چار) تکبیریں کہی جاتی ہیں، اور حضرت ابوعائشہ، سعید بن عاص کے پاس موجود تھے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت میں چار تکبیرات کہتے تھے، جن میں سے ایک تو عام نماز والی تکبیر ہوتی تھی، اور تین تکبیرات زائد ہوتی تھیں۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نمازِ عید پڑھانے کے واقعہ میں اس کی مزید تفصیل ہے، چنانچہ حضرت ابوکنانہ قرشی سے مروی ہے کہ:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ خَرَجْنَا مَعَ أَبِىْ مُوسٰى الْأَشْعَرِيِّ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، وَلَا يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا، ثُمَّ قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى ثُمَّ كَبَّرَ الْخَامِسَةَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ قَامَ فِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَقَرَأَ: فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ثُمَّ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَرَكَعَ (احکام العیدین للفریابی، ص ۱۹۷، باب القرائۃ فی صلاۃ العید، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

ترجمہ: جب عیدالفطر کا دن ہوا، تو ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عید کی نماز کے لیے) نکلے، پھر ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، پھر انہوں نے قبلہ کی طرف رخ کیا، پھر (تکبیرِ تحریمہ سمیت) چار تکبیرات کہیں، اور انہوں نے وہ تکبیرات ایک دوسرے کے بعد (جلدی جلدی) نہیں کہیں، پھر ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' کی قرائت کی، پھر پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع کیا، پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے، پھر سورہ فاتحہ کی قرائت کی، اور ''قل یاایہا الکافرون اور قل ھواللہ احد'' پڑھیں، پھر تین تکبیرات کہیں، پھر چوتھی تکبیر کہی اور (اس کے

---

[1] (يكبر فى الأضحى والفطر) :أى فى صلاتهما(كان)النبى صلى الله عليه وسلم (يكبر) :أى فى كل ركعة(أربعا) :أى متوالية .والمعنى مع تكبيرة الإحرام فى الركعة الأولى ومع تكبيرة الركوع فى الثانية(تكبيره) :أى مثل عدد تكبيره(على الجنائز) :صلاة الجنائز(صدق) :أبو موسى (حيث كنت عليهم) :أى أميرا(وأنا حاضر) :وقت هذه المكالمة والحديث استدل به الحنفية وقالوا :يصلى الإمام بالناس ركعتين يكبر فى الأولى للافتتاح وثلاثا بعدها ثم يقرأ الفاتحة وسورة ويكبر تكبيرة يركع بها ثم يبتدى فى الركعة الثانية بالقراءة ثم يكبر ثلاثا بعدها ويكبر رابعة يركع بها ، وهذا قول ابن مسعود وهو قولنا كذا فى الهداية(عون المعبود، ج۴ص۷،باب التكبير فى العيدين)

ساتھ) رکوع کیا (ترجمہ ختم)

یہ روایت پہلی روایات کے ساتھ مل کر حسن درجے میں داخل ہے۔ [1]

اور حضرت مکحول سے روایت ہے کہ:

أَخْبَرَنِیْ مَنْ شَهِدَ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ أَرْسَلَ إِلٰی أَرْبَعَةِ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَسَأَلَهُمْ عَنِ التَّكْبِیْرِ فِی الْعِیْدِ؟ فَقَالُوْا ثَمَانُ تَكْبِیْرَاتٍ، قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ سِیْرِیْنَ، فَقَالَ: صَدَقَ، وَلٰكِنَّهُ أَغْفَلَ تَكْبِیْرَةَ فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ (مصنف ابن أبی شیبة، حدیث نمبر ۵۷۴۵، کتاب الصلاة، فِی التَّكْبِیْرِ فِی الْعِیْدَیْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِیْهِ)

ترجمہ: مجھے اس شخص نے خبر دی، جو سعید بن عاص کے پاس حاضر ہوئے کہ انہوں نے بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے چار (جلیلُ القدر) صحابۂ کرام کی طرف عید کی تکبیرات کے بارے میں سوال بھیجا، تو انہوں نے فرمایا کہ آٹھ تکبیرات ہیں، حضرت مکحول کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ابنِ سیرین سے ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ سچ فرمایا، لیکن نماز شروع کرنے والی تکبیر کے ذکر سے انہوں نے غفلت کی (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ رکوع کی تکبیر سمیت دونوں رکعتوں میں چار چار اور مجموعی طور پر آٹھ تکبیرات ہیں، ایک ایک تکبیر تو دونوں رکعتوں میں رکوع کی ہے، اور باقی تکبیرات عید کی نماز کی ہیں، اور حضرت ابنِ سیرین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ایک تکبیر تحریمہ کی بھی ہے، جو نماز شروع کرنے کے لئے کہی جاتی ہے، جس کو راوی نے ذکر نہیں کیا، اور اس طرح یہ تمام تکبیرات ملا کر مجموعی طور پر نو بن جاتی ہیں۔

اور حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ جَالِسًا وَعِنْدَهٗ حُذَیْفَةُ وَأَبُوْ مُوْسٰی الْأَشْعَرِیُّ، فَسَأَلَهُمَا سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ عَنِ التَّكْبِیْرِ فِی الصَّلَاةِ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰی فَجَعَلَ هٰذَا یَقُوْلُ سَلْ

---

[1] اور بعض حضرات کے ابوکنانہ قرشی کو مجہول قرار دینے کی وجہ سے اس حدیث کو حسن لغیرہ سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ ابنِ حجر وغیرہ نے ابوکنانہ قرشی کی بعض روایات کو دوسرے مؤیدات کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ محمد رضوان۔

حدیث روی أنه صلی الله علیه و سلم قال إن الله لا یرد دعوة ذی الشیبة المسلم هذا الحدیث ذکر الغزالی فی الوسیط والإمام فی النهایة ولا أدری من خرجه وعند أبی داود من حدیث أبی موسی الأشعری إن من إجلال الله إکرام ذی الشیبة المسلم وإسناده حسن (تلخیص الحبیر لابنِ حجر، تحت حدیث رقم ۷۶۲)

هٰذَا، وَهٰذَا يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: سَلْ هٰذَا۔ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ۔ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْمُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۵۶۸۷، کتاب صلاة العيدين، باب التكبير فی الصلاة يوم العيد، المكتب الاسلامی، بيروت، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۹۵۱۶) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی تشریف فرما تھے، تو ان دونوں حضرات سے حضرت سعید بن عاص نے عید الفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کی تکبیر کے بارے میں سوال کیا، تو یہ (یعنی حضرت حذیفہ) کہنے لگے کہ ان (یعنی حضرت ابوموسیٰ) سے معلوم کیجئے، اور یہ (یعنی حضرت ابوموسیٰ) کہنے لگے کہ ان (یعنی حضرت حذیفہ) سے معلوم کیجئے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیجئے، تو حضرت سعید بن عاص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (تکبیرِ تحریمہ سمیت) چار تکبیر کہہ کر قرأت کرے، پھر (پانچویں) تکبیر کہہ کر رکوع کرے، پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو، پھر قرأت کرے، پھر قرأت کے بعد (رکوع کی تکبیر سمیت) چار تکبیرات کہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت کردوس سے روایت ہے کہ:

أَرْسَلَ الْوَلِيْدُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَأَبِيْ مَسْعُوْدٍ، وَأَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا عِيْدُ الْمُسْلِمِيْنَ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوْا: سَلْ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَرْكَعُ فَتِلْكَ خَمْسٌ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا يَرْكَعُ فِيْ آخِرِهِنَّ فَتِلْكَ تِسْعٌ فِي الْعِيْدَيْنِ، فَمَا أَنْكَرَهُ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ (المعجم الكبير للطبرانی، حديث

---

[1] قال الالبانی:

و إسناده صحيح كما قال ابن حزم و غيره (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

نمبر ۹۵۱۴،مكتبة ابنِ تيمية، القاهرة) [1]

ترجمہ: ولید (بن عقبہ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود، اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابومسعود، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی طرف عشاء کی نماز کے بعد پیغام بھیجا کہ یہ مسلمانوں کی عید کا موقع ہے، تو (عید کی) نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟ تو ان سب نے کہا کہ آپ حضرت ابوعبدالرحمٰن (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے معلوم کیجئے، تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (تکبیرِ تحریمہ سمیت) چار تکبیرات کہے، پھر سورہ فاتحہ کی قرائت کرے، اور کوئی لمبی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے، تو یہ (تکبیرِ تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) پانچ تکبیرات ہیں، پھر (پہلی رکعت مکمل کرکے) کھڑا ہو، پھر سورہ فاتحہ اور کسی لمبی سورت کی قرائت کرے، پھر چار تکبیرات کہے، اور ان تکبیرات میں سے آخری تکبیر کے ساتھ رکوع کرے، پس یہ عیدین کی مجموعی طور پر نو تکبیرات ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس بات کا کسی نے انکار نہیں کیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر مذکورہ تمام جلیلُ القدر صحابۂ کرام نے اتفاق کیا۔

اور حضرت کردوس کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : يَقُومُ فَيُكَبِّرُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَقْرَأُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْكَعُ ، وَيَقُومُ فَيَقْرَأُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ يَرْكَعُ

(مصنف ابن أبی شيبة،حديث نمبر ۵۷۵۵، كتاب الصلاة،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلافِهِمْ فِيهِ)

ترجمہ: تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کھڑا ہوگا، پھر تکبیر (تحریمہ) کہے گا، پھر (دوسری) تکبیر کہے گا، پھر (تیسری) تکبیر کہے گا، پھر (چوتھی) تکبیر کہے گا، پھر قرائت کرے گا، پھر تکبیر کہے گا، اور (اس تکبیر کے ساتھ) رکوع کرے گا اور (رکعت مکمل کرکے) کھڑا ہوگا، پھر قرائت کرے گا، پھر (پہلی) تکبیر کہے گا، پھر (دوسری) تکبیر کہے گا، پھر

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني فی الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، ج۲ ص ۲۰۴)

(تیسری) تکبیر کہے گا، پھر چوتھی تکبیر کہے گا، اور (اس تکبیر کے ساتھ) رکوع کرے گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت کردوس، حضرت ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ:

لَـمَّـا كَـانَ لَيْـلَةَ الْـعِيدِ أَرْسَلَ الْوَلِيْدُ بْنُ عُقْبَةَ إِلٰى ابْنِ مَسْعُوْدٍ ، وَأَبِىْ مَسْعُوْدٍ ، وَحُذَيْفَةَ، وَأَبِىْ مُوْسٰى الْأَشْعَرِىّ ، فَقَالَ لَهُمْ : إِنَّ الْعِيْدَ غَدًا، فَكَيْفَ التَّكْبِيْرُ ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : تَقُوْمُ فَتُكَبِّرُ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، وَتَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْـمُـفَـصَّـلِ لَيْـسَ مِنْ طِوَالِهَا، وَلاَ مِنْ قِصَارِهَا، ثُمَّ تَرْكَعُ، ثُمَّ تَقُوْمُ فَتَقْرَأُ، فَإِذَا فَـرَغْـتَ مِـنَ الْقِرَاءَ ةِ كَبَّرْتَ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، ثُمَّ تَرْكَعُ بِالرَّابِعَةِ (مصنف ابن أبى شيبة، حديث نمبر ۵۷۵۴، كتاب الصلاة، فِى التَّكْبِيرِ فِى الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلافِهِمْ فِيهِ)

ترجمہ: جب عید الفطر کی رات ہوئی، تو ولید بن عقبہ نے حضرت ابنِ مسعود، اور حضرت ابو مسعود، اور حضرت حذیفہ، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا کہ صبح عید ہے، تو (عید کی نماز میں) کس طرح تکبیر کہی جائے؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کھڑے ہوں، پھر (تکبیر تحریمہ سمیت) چار تکبیرات کہیں، اور سورہ فاتحہ اور کسی بڑی سورت کی قرائت کریں، نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ زیادہ چھوٹی، پھر آپ رکوع کریں (اور پہلی رکعت مکمل کریں) پھر آپ (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوں، پھر قرائت کریں، پھر جب (سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورت کی) قرائت سے فارغ ہو جائیں، تو چار تکبیریں کہیں، پھر چوتھی تکبیر پر رکوع کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ :تُكَبِّرُ تِسْعًا تَكْبِيْرَةٍ تَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلاَةَ، ثُمَّ تُكَبِّرُ ثَلاَثًا، ثُمَّ تَقْرَأُ سُوْرَةً، ثُمَّ تُـكَبِّـرُ، ثُمَّ تَرْكَعُ، ثُمَّ تَقُوْمُ فَتَقْرَأُ سُوْرَةً، ثُمَّ تُكَبِّرُ أَرْبَعًا، تَرْكَعُ بِإِحْدَاهُنَّ (مصنف ابن أبى شيبة، كتاب الصلاة، حديث نمبر ۵۷۴۸، فِى التَّكْبِيرِ فِى الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلافِهِمْ فِيهِ) [۱]

---

[۱] قال الالبانی:

و هو من طريق عبد الله بن أبى موسى صحيح ، و هو حمصى مخضرم ثقة .وكذلك هو من طريق إبراهيم ، و هو ابن يزيد النخعى ، و هو و إن كان لم يسمع من ابن مسعود فمن المعروف من ترجمته أن ما أرسله عنه فهو صحيح (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

Idara Ghufran

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نو تکبیریں کہیں، (جن میں سے) ایک تکبیر کے ساتھ آپ نماز کو شروع کریں، پھر (آگے پیچھے) تین تکبیریں کہیں، پھر (سورہ فاتحہ اور کسی) سورت کی قرائت کریں، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کریں، پھر آپ (پہلی رکعت مکمل کر کے دوسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوں، پھر (سورہ فاتحہ اور کسی) سورت کی قرائت کریں، پھر چار تکبیرات کہیں، ان میں سے ایک (یعنی آخری) تکبیر کے ساتھ رکوع کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت مسروق سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُعَلِّمُنَا التَّكْبِيْرَ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ؛ خَمْسٌ فِي الْأُوْلٰى، وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ، وَيُوَالِيْ بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۵۷۴۶، كتاب الصلاة، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں عیدین کی نماز میں نو تکبیروں کی تعلیم دیتے تھے، پانچ پہلی رکعت میں (تکبیرِ تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) اور چار دوسری رکعت میں (رکوع کی تکبیر سمیت) اور دونوں رکعتوں میں قرائت پے در پے کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

پے در پے قرائت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں رکعتوں کی قرائت کے درمیان زائد تکبیرات نہیں ہوتی تھیں، اور وہ اس طرح کہ پہلی رکعت میں زائد تکبیرات قرائت سے پہلے ہوتی تھیں، اور دوسری رکعت میں قرائت کے بعد ہوتی تھیں۔

اور حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى تِسْعًا تِسْعًا؛ خَمْسًا فِي الْأُوْلٰى، وَأَرْبَعًا فِي الْآخِرَةِ، وَيُوَالِيْ بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۵۷۴۷، كتاب الصلاة، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں نو نو تکبیرات کہتے تھے، پانچ پہلی رکعت میں (تکبیرِ تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) اور چار دوسری رکعت میں (رکوع کی تکبیر سمیت) اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے در پے کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اورحضرت عامر شعبی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ وَعَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اجْتَمَعَ رَأْيُهُمَا فِيْ تَكْبِيْرِ الْعِيْدَيْنِ عَلٰى تِسْعِ تَكْبِيْرَاتٍ خَمْسٌ فِي الْأُوْلٰى وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ وَيُوَالِيْ بَيْنَ الْقِرَاءَ تَيْنِ

(شرح معانی الآثار،حديث نمبر ۷۲۷۸، كتاب صلاة العيدين،باب صلاة العيدين كيف التكبير فيها)

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی آراء عیدین کی تکبیرات کے بارے میں نو تکبیروں پر جمع ہوگئیں، پانچ تکبیریں پہلی رکعت میں، اور چار دوسری رکعت میں، اور دونوں رکعتوں کی قرائتوں کو پے درپے کرنے میں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ:

صَلّٰى بِنَا ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ عِيْدٍ، فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ؛ خَمْسًا فِي الْأُوْلٰى، وَأَرْبَعًا فِي الْآخِرَةِ، وَوَالٰى بَيْنَ الْقِرَاءَ تَيْنِ (مصنف ابن أبی شيبة، حديث نمبر ۵۷۵۷، كتاب الصلاة،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ) [۱]

ترجمہ: ہمیں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی، اور نو تکبیرات کہیں، پانچ پہلی رکعت میں (تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) اور چار دوسری رکعت میں (رکوع کی تکبیر سمیت) اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے درپے کیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عبداللہ بن حارث کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَبَّرَ فِيْ صَلَاةِ الْعِيْدِ بِالْبَصْرَةِ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ، وَوَالٰى بَيْنَ الْقِرَاءَ تَيْنِ قَالَ: وَشَهِدْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ فَعَلَ ذٰلِكَ أَيْضًا . فَسَأَلْتُ خَالِدًا كَيْفَ فَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ؟ فَفَسَّرَ لَنَا كَمَا صَنَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فِيْ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ وَالثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ سَوَاءً (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۵۶۸۹، كتاب صلاة العيدين، باب التكبير فی الصلاة يوم العيد، المكتب الاسلامی، بيروت)

ترجمہ: میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں (مجموعی طور پر) نو تکبیرات کہیں، اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے درپے کیں، اور میں

---

[۱] قال الالبانی: أخرجه ابن أبی شيبة .و إسناده صحيح على شرط الشيخين ، و عبد الله بن الحارث هو الأنصاری أبو الوليد البصری نسيب ابن سيرين و ختنه (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی حاضر ہوا، انہوں نے بھی اسی طرح سے کیا، پھر میں نے حضرت خالد سے سوال کیا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے یہ تکبیرات کس طرح کہیں؟ تو انہوں نے ہمارے سامنے اسی طرح کی تفسیر بیان کی، جس طرح ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معمر اور ثوری کی حضرت ابو اسحاق سے مروی روایات میں بیان کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالاَ تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ، وَيُوَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن أبی شیبة،حدیث نمبر ۵۷۵۶،کتاب الصلاة)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ (عید کی نماز میں) نو تکبیرات ہیں، اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے درپے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيدِ تِسْعًا فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ (مصنف ابن أبی شیبة،حدیث نمبر ۵۷۶۰، کتاب الصلاة ،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کی نماز میں (مجموعی طور پر) نو تکبیریں کہتے تھے، پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ذکر فرمایا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ خَمْسٌ فِي الْأُولٰى وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ مَعَ تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۷۲۸۸، کتاب صلاة العیدین،باب صلاة العیدین کیف التکبیر فیها)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (عید کی نماز میں) نو تکبیرات ہیں، پانچ پہلی رکعت میں، اور چار دوسری رکعت میں، نماز (یعنی تکبیرِ تحریمہ اور دونوں رکعتوں کے رکوع) کی تکبیر سمیت (ترجمہ ختم)

متعدد جلیل القدر صحابۂ کرام کی یہ روایات مرفوع احادیث کا درجہ رکھتی ہیں، کیونکہ ان کے یہ اقوال وافعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھنے پر ہی مبنی ہیں، خاص طور پر

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث بھی ان کے مطابق ہے۔ ۱

مذکورہ احادیث وروایات کے علاوہ کئی دیگر جلیل القدر تابعین مثلاً حضرت مسروق، حضرت اسود، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابوقلابہ، حضرت ابوجعفر، امام شعبی، حضرت مسیّب اور حضرت حسن بصری رحمہم اللہ سے بھی عید کی نماز میں مجموعی طور پر نوتکبیرات مروی ہیں۔ ۱

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۱۵/ رمضان المبارک/۱۴۳۲ھ 16 / اگست/ 2011ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

۱ عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ :أَرْسَلَ زِيَادٌ إِلَى مَسْرُوقٍ :إِنَّا تَشْغَلُنَا أَشْغَالٌ ، فَكَيْفَ التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ ؟ قَالَ :تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ ، قَالَ :خَمْسًا فِي الْأُولَى ، وَأَرْبَعًا فِي الآخِرَةِ ، وَوَالِ بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ.(مُصنف ابن أبى شيبة،حديث نمبر ۵۷۵۸،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الأَسْوَدِ ، وَمَسْرُوقٍ ؛ أَنَّهُمَا كَانَا يُكَبِّرَانِ فِي الْعِيدِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ .(مُصنف ابن أبى شيبة،حديث نمبر ۵۷۵۹،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ؛ أَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللهِ كَانُوا يُكَبِّرُونَ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ .(مُصنف ابن أبى شيبة،حديث نمبر ۵۷۶۱،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ ، قَالَ :التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعٌ تِسْعٌ (مُصنف ابن أبى شيبة،حديث نمبر ۵۷۶۲،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

عَنْ جَابِرٍ ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي بِقَوْلِ عَبْدِ اللهِ فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ .(مُصنف ابن أبى شيبة،حديث نمبر ۵۷۶۳،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، وَالْمُسَيَّبِ ، قَالاَ :الصَّلاَةُ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ ؛ خَمْسٌ فِي الأُولَى ، وَأَرْبَعٌ فِي الآخِرَةِ ، لَيْسَ بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ تَكْبِيرَةٌ .(مُصنف ابن أبى شيبة،حديث نمبر ۵۷۷۴،فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلاَفِهِمْ فِيهِ)

عَنِ الْحَسَنِ، رَحِمَهُ اللهُ ,قَالَ " :تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ ,خَمْسٌ فِي الْأُولَى ,وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ ,مَعَ تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ (شرح معاني الآثار،حديث نمبر ۷۲۹۵)

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

قیمت (کارڈ) -/70 روپے قیمت (آرٹ پیپر) -/50 روپے

جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی 051-5507270-55075030

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اچھے اور بُرے خواب (قسط۲)

انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب کی حیثیت

انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب کو وحی کا درجہ حاصل ہوتا ہے، یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کو نظر آنے والا خواب، اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی اور برحق و سچ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا حکم خواب کے ذریعہ ہی دیا تھا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی،قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَاتُؤۡمَرُ (سورہ صافات آیت ۱۰۲)

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کررہا ہوں، سوتم غور کرلو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اسماعیل نے کہا کہ اے میرے والد! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کرگزریئے (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے خواب میں دیکھا تھا، جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حکمِ الٰہی قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ :إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ " :رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، ثُمَّ قَرَأَ (إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ)(بخاری، تحت رقم الحديث ۱۳۸)

قَالَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ :رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، وَقَرَأَ :(إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ)(شرح السنة للبغوی، ج۱۲ ص۲۰۳، باب تحقيق الرؤيا)

قال بعض أهل التفسير :فالوحی أول ما أری الله سبحانه وتعالی الأنبياء -عليهم الصلاة والسلام -فی منامهم كما أمر إبراهيم -عليه السلام -فی منامه بذبح ابنه ، فقال فيما أخبر عن إبراهيم عليه السلام :(إنی أری فی المنام أنی أذبحک فانظر ماذا تری قال يا أبت افعل ما تؤمر، قال الإمام المطلبی الشافعی رضی الله عنه :قال غير واحد من أهل التفسير :رؤيا الأنبياء وحی ؛ لقول ابن إبراهيم الذی أمر بذبحه :(افعل ما تؤمر) (الاسماء والصفات للبيهقی، باب قول الله عز وجل وما كان لبشر أن يكلمه الله إلا وحيا الخ)

Idara Ghufran

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کے بارے میں کہ جس میں انہوں نے گیارہ ستاروں کواور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، کی تفسیر میں روایت ہے کہ:

كَانَتْ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحْيًا (شرح مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ما روی عن عبد الله بن عباس، من قوله :كانت رؤيا الأنبياء وحيا الخ)

ترجمہ: انبیاءعلیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۶۱۳، واللفظ لہٗ، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۳۰۲) ؎۱

ترجمہ: انبیائے کرام کے خواب وحی ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَوَّلَ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ (بخاری، رقم الحدیث ۴۹۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (وحی کے سلسلہ میں) سب سے پہلی چیز جو عطا کی گئی، وہ نیند میں سچے خواب تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے تھے، تو وہ صبح کی روشنی پھوٹنے (روزِ روشن) کی طرح پورا ہوتا تھا (ترجمہ ختم)

جس طرح انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ جاگتے ہوئے وحی فرماتے ہیں، اسی طرح سوتے ہوئے بھی وحی فرماتے ہیں۔ ؎۲

پھر یہ جان لینا ضروری ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب یا اس کے یاد رکھنے میں غلطی کا احتمال نہیں

؎۱ قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم

؎۲ وَكَانَ أَحْسَنُ مَا حَضَرَنَا مِمَّا يُؤَوَّلُ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثُ :أَنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ كَانَتْ مِمَّا يُوحِيهِ اللهُ إِيَّاهَا إِلَيْهِمْ، فَيُوحِي إِلَيْهِمْ فِي مَنَامَاتِهِمْ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَ إِلَيْهِمْ فِيهَا، وَيُوحِي إِلَيْهِمْ فِي يَقَظَاتِهِمْ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَهُ إِلَيْهِمْ فِيهَا، وَكُلُّ ذَلِكَ وَحْيٌ مِنْهُ إِلَيْهِمْ ,يَجْعَلُ مِنْهُ مَا شَاءَ فِي مَنَامَاتِهِمْ، وَيَجْعَلُ مِنْهُ مَا شَاءَ فِي يَقَظَاتِهِمْ (شرح مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ما روی عن عبد الله بن عباس، من قوله :كانت رؤيا الأنبياء وحيا الخ)

ہوتا، جس طرح کہ جاگتے ہوئے ہونے کی حالت میں آنے والی وحی میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ سونے کی حالت میں انبیائے کرام علیہم السلام کی صرف آنکھیں سوتی ہیں، اوران کا دل نہیں سوتا، اوردل بیدار و باشعور رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تَنَامُ عَيْنِىْ وَلاَ يَنَامُ قَلْبِىْ(بخارى، رقم الحديث ٣٥٦٩)

ترجمہ: میری آنکھ سوتی ہے، اور میرا دل نہیں سوتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :تَنَامُ عَيْنَاىَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِى(صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ٤٨، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٣٨٦) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، اور میرا دل نہیں سوتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کے واقعہ کی ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ:

وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلاَ يَنَامُ قَلْبُهٗ، وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَآءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلاَ تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ(بخارى، رقم الحديث ٣٥٧٠)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوئی ہوئی تھیں، اوردل سویا ہوا نہیں تھا، اوراسی طریقہ سے انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں، اوران کے دل نہیں سوتے (ترجمہ ختم)

پس جب انبیائے کرام علیہم السلام کے دل نیند کی حالت میں بھی بیدار اور متیقّظ رہتے ہیں، تو انبیائے کرام علیہم السلام کو خواب میں بھی وحی کے ذریعہ سے احکام عطا کئے جاتے ہیں، اور انبیائے کرام علیہم السلام کی خواب والی وحی اوراس کے یاد رہنے میں کوئی غلطی نہیں ہوتی، جس طرح سے کہ جاگتے ہوئے ہونے کی حالت میں وحی میں غلطی نہیں ہوتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ [2]

---

[1] قال شعيب الانؤوط:إسناده حسن على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال محمد مصطفىٰ الأعظمى :إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

[2] كان يوحى إليه فى نومه كما يوحى إليه فى يقظته، ورؤيا الأنبياء وحى، ولهذا كانت تنام أعينهم ولا تنام قلوبهم، فكانوا يخشون أن يقطعوا عليه الوحى إليه بإيقاظه .ولا تنافى بين نومه حتى طلعت الشمس وبين يقظة قلبه؛ فإن عينيه تنامان، والشمس إنما تدرك بحاسة البصر لا بالقلب(فتح البارى لابنِ رجب، ج٢ص ٢٧١)
وأظن الأنبياء مخصوصين بأن تنام أعينهم ولا تنام قلوبهم على ما روى عنهﷺ(التمهيد لما فى المؤطا ،ج٥ص٢٠٧)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۴)

حضرت یوسف اور چھوٹے بچے کی گواہی

جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دے رہی تھی، اور یوسف علیہ السلام گناہ سے انکار کر کے دروازہ کی طرف بھاگے، تو ان کی مڈبھیڑ عزیزِ مصر سے ہوگئی، تو یہاں زلیخا نے سارا الزام حضرت یوسف علیہ السلام کے سر دھر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا انکار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے بطورِ معجزہ ایک چھوٹے بچے کو گویائی کی قوت عطا فرمائی۔

یہ چھوٹا بچہ اسی گھر میں ایک جھولے کے اندر پڑا ہوا تھا، اور یہ کس کو گمان ہوسکتا تھا کہ وہ ان حرکتوں کو دیکھے اور سمجھے گا، اور پھر اس کو کسی انداز سے بیان بھی کردے گا، مگر اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی شان ظاہر کرنے کے لئے دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے، اور انسان کے احوال واعمال پر گواہ ہے، اور ضرورت کے وقت اس کا اظہار بھی کر دیتا ہے۔ [1]

چنانچہ یہ چھوٹا بچہ جو اس وقت جھولے میں بظاہر اس دنیا کی ہر چیز سے غافل و بے خبر پڑا تھا، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر عین اس وقت بول اٹھا، جب کہ عزیزِ مصر اس واقعہ سے کشمکش میں مبتلا تھا۔

پھر اگر یہ بچہ صرف اتنا ہی کہہ دیتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ ہیں، زلیخا کا قصور ہے، تو وہ بھی ایک

---

[1] چنانچہ میدانِ حشر میں حساب کتاب کے وقت انسان اپنی قدیم عادت کی وجہ سے جب اپنے جرائم کا انکار کرے گا، تو اس کے ہاتھ پاؤں اور کھال کو اس کے خلاف گواہ بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا، اور اس کی ایک ایک حرکت کو محشر کے عظیم الشان مجمع کے سامنے کھول کر رکھ دے گا، اس وقت انسان کو پتہ چلے گا کہ ہاتھ پاؤں میں سے کوئی بھی میرا نہ تھا، بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے خفیہ کارندے تھے۔

کما قال تعالیٰ: وَیَوۡمَ یُحۡشَرُ اَعۡدَاءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ فَهُمۡ یُوزَعُونَ. حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوۡهَا شَهِدَ عَلَیۡهِمۡ سَمۡعُهُمۡ وَاَبۡصَارُهُمۡ وَجُلُوۡدُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ. وَقَالُوۡا لِجُلُوۡدِهِمۡ لِمَ شَهِدۡتُّمۡ عَلَیۡنَا قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ وَّهُوَ خَلَقَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (سورۃ فصلت آیت ۱۹ تا ۲۱)

اور زمین کے جس حصے پر گناہ کیا ہوگا، وہ جگہ بھی اس کے خلاف گواہ بنے گی، جیسے کہ اس آیت سے قیامت کے دن زمین کا قیامت کے دن گویا ہونا اور اپنے اوپر بیتنے والی خبریں بیان کرنا واضح ہے۔ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا (سورۃ الزلزال، آیت ۴)

معجزہ کی حیثیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں برائت کی بڑی شہادت ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کی زبان پر ایک حکیمانہ بات کہلوائی، کہ یوسف علیہ السلام کے کُرتے کو دیکھو، اگر وہ آگے سے پھٹا ہوا ہے، تب تو زلیخا کا کہنا سچا اور یوسف علیہ السلام جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ [۱]

اور اگر وہ پیچھے سے پھٹا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ یوسف سچے اور بے گناہ ہیں، اور زلیخا کی غلطی ہے۔ [۲]

عزیزِ مصر بچہ کے اس طرح بولنے سے ہی یہ سمجھ چکا تھا کہ یوسف علیہ السلام کی برائت ظاہر کرنے لئے یہ خلافِ عادت صورت پیش آئی ہے، پھر اس کے کہنے کے مطابق جب یہ دیکھا کہ یوسف علیہ السلام کا کُرتہ بھی پیچھے سے ہی پھٹا ہے، تو یقین ہو گیا کہ قصور زلیخا کا ہے، اور یوسف علیہ السلام بے گناہ ہیں، اور زلیخا کو خطاب کر کے کہا یہ سب تمہارا مکروفریب ہے، کہ اپنے گناہ کو دوسرے کے سر ڈالنا چاہتی ہو، اور عورتوں کا مکروفریب بہت بڑا ہے، کہ اس کو سمجھنا اور اس سے نکلنا آسان نہیں ہوتا۔

عزیزِ مصر نے زلیخا کے گناہ گار ثابت ہونے کے بعد یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اے یوسف تم اس واقعہ کو نظر انداز کرو، اور کسی سے نہ کہو، تا کہ رسوائی نہ ہو، پھر زلیخا کو خطاب کر کے کہا تم اپنی غلطی کی معافی مانگو۔ [۳]

---

[۱] کیونکہ گناہ میں مرد سبقت کرے اور عورت مدافعت کرے، تو عام طور پر مرد کے کُرتے کا سامنے کی طرف والا حصہ پھٹے گا۔

إِنْ کَانَ قَمِیصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ من قدام فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْکَاذِبِینَ لانه یدل علی انها قدت من قدامه لما أرادها بالدفع عن نفسها -او انه اسرع عن خلفها فتعثر بذیله فانقد جیبه(التفسیر المظهری، تحت آیت ۲۶ من سورة یوسف)

[۲] کیونکہ جب مرد اپنے آپ کو گناہ سے بچا رہا ہو، اور عورت اس کو گناہ کی دعوت دے رہی ہو، اور مرد آگے کی طرف بھاگ رہا ہو، اور عورت اس کو پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کرے، تو عموماً کُرتے کے پیچھے والا حصہ پھٹے گا۔

وَإِنْ کَانَ قَمِیصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِینَ لانه یدل علی انها تبعته فاجتذبت ثوبه فقدته من خلفه(التفسیر المظهری، تحت آیت ۲۷ من سورة یوسف)

[۳] یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ شوہر کے سامنے اپنی بیوی کی ایسی خیانت اور بے حیائی ثابت ہو جانے پر اس کا مشتعل نہ ہونا اور پورے سکون و اطمینان سے باتیں کرنا انسانی فطرت سے بہت قابلِ تعجب ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ عزیزِ مصر کی غیرت والی حس کافی کمزور ہو، اور یہ بھی ممکن ہے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ سے پھر رسوائی سے بچانے کا مافوق العادت انتظام فرمایا، اسی انتظام کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ عزیزِ مصر کو غصہ سے مشتعل نہیں ہونے دیا، ورنہ عام عادت کے مطابق ایسے موقع پر انسان تحقیق و تفتیش کے بغیر ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اور زبان سے گالی گلوچ تو معمولی بات ہے، اگر عام انسانی عادت کے مطابق عزیزِ مصر کو اشتعال ہو جاتا، تو ممکن ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے درپے آزار ہو جاتا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ اطاعتِ حق پر قائم رہنے والے کی قدم قدم پر کس طرح حفاظت کی جاتی ہے۔

ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید   ترسد ازوے جن و انس و ہر کہ دید

وقیل :إن القائل لیوسف أعرض ولها استغفری زوجها الملک، وفیه قولان :أحدهما -أنه لم یکن غیورا، فلذلک، کان ساکنا .وعدم الغیرة فی کثیر من أهل مصر موجود .الثانی -أن الله تعالی سلبه الغیرة وکان فیه لطف بیوسف حتی کفی بادرته وعفا عنها(تفسیر القرطبی تحت آیت ۲۵ من سورة یوسف)

Idara Ghufran

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُه قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ. فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّه مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ. يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ (سورة يوسف آيت ۲۶تا ۲۹)

ترجمہ: یوسف نے کہا (نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) خود اس نے مجھے پھانسنے کی کوشش کی، ادھر (عین اسی موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے (ایک بڑی معقول) گواہی پیش کردی، کہ اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ عورت سچی ہے، اور وہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو (یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ) یہ جھوٹی ہے اور وہ سچے۔ چنانچہ جب اس کے شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے، تو اس نے (اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا کہ بیشک یہ تم عورتوں ہی کی فریب کا ایک حصہ ہے، واقعی تمہارا فریب بڑا ہوتا ہے (اور اس شخص نے حضرت یوسف سے کہا کہ) درگزر کرو تم اے یوسف، اب اس معاملے سے، اور تم معافی مانگو اپنے گناہ کی (اے عورت!) کہ یقیناً تو خطا کار (عورت) ہے۔

اس کے علاوہ احادیث میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں بچے کی گواہی کا ذکر ملتا ہے۔[۱] (جاری ہے)

---

[۱] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ":تَكَلَّمَ أَرْبَعَةٌ صِغَارٌ :عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَشَاهِدُ يُوسُفَ، وَابْنُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۸۲۱،باسناد حسن)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَمَّا أُسْرِيَ بِي مَرَّتْ بِي رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، فَقُلْتُ :مَا هَذِهِ الرَّائِحَةُ؟ "فَقَالُوا :هَذِهِ رَائِحَةُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ وَأَوْلَادِهَا كَانَتْ تَمْشِطُهَا فَوَقَعَ الْمُشْطُ مِنْ يَدِهَا، فَقَالَتْ :بِسْمِ اللَّهِ .فَقَالَتِ ابْنَتُهُ :أَبِي؟ فَقَالَتْ :لَا، بَلْ رَبِّي وَرَبُّكِ وَرَبُّ أَبِيكِ .فَقَالَتْ: أُخْبِرُ بِذَلِكَ أَبِي، قَالَتْ :نَعَمْ .فَأَخْبَرَتْهُ فَدَعَا بِهَا وَبِوَلَدِهَا فَقَالَتْ :لِي إِلَيْكَ حَاجَةٌ .فَقَالَ :مَا هِيَ؟ قَالَتْ : تَجْمَعُ عِظَامِي وَعِظَامَ وَلَدِي فَتَدْفِنُهُ جَمِيعًا .فَقَالَ :ذَلِكَ لَكِ عَلَيْنَا مِنَ الْحَقِّ .فَأَتَى بِأَوْلَادِهَا فَأَلْقَى وَاحِدًا وَاحِدًا حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ وَلَدِهَا وَكَانَ صَبِيًّا مُرْضَعًا، فَقَالَ :اصْبِرِي يَا أُمَّاهُ فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ، ثُمَّ أُلْقِيَتْ مَعَ وَلَدِهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ":تَكَلَّمَ أَرْبَعَةٌ وَهُمْ صِغَارٌ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۸۳۵)

قال الحاكم: هَذَا وَشَاهِدُ يُوسُفَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

طب وصحت تحریر: حکیم محمد ابراہیم شیخ

پپیتا

(ہاضم، مقوی قلب اور قبض کشاء)

پپیتا ایک مکمل غذا ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست طبی خواص رکھنے والا پھل ہے۔ اس کے پتے، چھلکے، دودھ، تخم اور جڑ بھی مفید ہے۔ پکا ہوا پپیتا پھل اور کچا بطور سبزی استعمال ہوتا ہے۔ پپیتا واحد پھل ہے جو کیلے کی طرح تقریباً ہر موسم میں، ہر علاقے میں اور ہر جگہ مل جاتا ہے اور اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے پھلوں کے استعمال سے ہمارے جسم کو توانائی اور فرحت ملتی ہے اور یہ بیماریوں کو بھی دور کرتے ہیں۔ ہر پھل کے اندر پروٹین، شکر، فاسفورس، پوٹاشیم، کیلشیم، کاربوہائیڈریٹ اور دیگر غذائی اجزا پائے جاتے ہیں جو انسانی صحت پر مفید اثرات مرتب کرتے ہیں۔

یہ ایک قبض کشا پھل ہے جس میں فائبر کی موجودگی کولیسٹرول لیول کم کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اگر اس کو زیادہ استعمال کیا جائے تو یہ معدے آنتوں پر ٹانک اثرات مرتب کرے گا۔ قلب اور ذیابیطس کے ساتھ ساتھ تلی اور جگر کے مریضوں کے لیے اکسیر اور بواسیر میں مفید ہے۔ نرم وملائم، میٹھے اور گودے سے بھرے ہونے کے باعث اِسے بچے، بوڑھے سمیت ہر عمر کے افراد استعمال کر سکتے ہیں۔

پپیتا کا زیادہ استعمال ایشیاء میں ہوتا ہے ہمارے جسم کو درکار ''کیروٹین'' جو کہ غذا کو جزو بدن بننے میں مدد دیتی ہے کی کمی پپیتا کے استعمال سے پوری ہو جاتی ہے۔ کیروٹین سبزیوں اور کئی پھلوں سے زیادہ پپیتا میں ہوتا ہے۔ پھل منرلز، وٹامنز اور انزائم کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ بآسانی ہضم ہو جاتے ہیں۔ یہ نہ صرف جسمانی نشوونما میں معاون ثابت ہوتے ہیں بلکہ صحت مند زندگی کے ضامن ہیں۔

سارا سال دستیاب ہونے والے سدا بہار پھل کا زیادہ تر استعمال موسم گرما میں کیا جاتا ہے۔ پپیتا کھانے سے معدے کی تمام تکالیف گیس، جلن، اپھارہ اور درد نہیں ہوتا۔ بلکہ کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ قبض میں انتہائی اکسیر و موثر ہے۔ جن افراد کو قبض رہتی ہو، وہ روزانہ پپیتے کا استعمال کریں۔ اس کے مسلسل استعمال سے دائمی قبض میں فائدہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بھوک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ معدے کی

Idara Ghufran

تیزابیت میں مفید ہونے کے ساتھ ذیابیطس، گردے کی تکالیف اور پتھری کو توڑنے میں موثر کام کرتا ہے۔ کچے پپیتے کے ٹکڑوں کو زخم پر رکھنے سے زخم جلد ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ اس کا شربت سینے کا بلغم نکالنے میں معاون کردار ادا کرتا ہے۔

پپیتے کا چھلکا اور اس کے پتے چوٹ یا زخم کی سوزش ختم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ کچے پپیتے سے نکلنے والا دودھ بھی دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ پپیتے کے کچے اور پکے دونوں پھلوں کو غذا، دوا اور حسن کو بڑھانے میں مفید پایا گیا ہے۔

حسن کی بحالی کے لیے: 20 گرام پپیتے کا گودا، بادام کا پاؤڈر 10 گرام، جَئی کا پاؤڈر 10 گرام، شہد 10 ملی لیٹر ملا کر کسی ڈبی میں رکھ لیں۔ چہرے، گردن پر اس کو ہلکے ہاتھوں سے مساج کریں۔ 30 منٹ لگا رہنے دیں۔ پھر ٹھنڈے پانی سے چہرہ اور گردن دھولیں۔ یہ عمل جلد کی غذائی ضرورت پوری کر کے اُسے شاداب کرتا ہے۔ پپیتے میں موجود طاقتور انزائم تیزی سے کیل مہاسوں، دانوں، جھائیوں اور جھریوں سے نجات حاصل کرنے میں اپنا اثر دکھاتے ہیں (ماہنامہ قومی صحت، لاہور، جولائی، 2011ء، صفحہ 30، جولائی 2011ء)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۶ ''عقلِ خداداد سے روشن ہے زمانہ''﴾

اس نبی کے نقشِ قدم پر چلنے سے قربت و معرفت کے مقامِ عروج پر فائز ہوا جاسکتا ہے۔ ؎

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا (ایضاً)

نیز:

نبی کے نقشِ قدم ہیں جنت کے راستے اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

(حضرت اختر)

حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمہ اللہ انیسویں صدی کے سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے وجانشین) کے شاگرد تھے، علومِ ظاہرہ کے بعد حضرت شاہ آفاق رحمہ اللہ سے علومِ باطنہ کی تکمیل کی، اور معرفت کے مقامات طے کیے، ربانی عشق کے رنگ میں رنگ کر مقامِ فنا پر فائز ہوئے، تو منطق وفلسفہ وغیرہ علومِ ظاہرہ کی نارسائی اور بے وقعتی کا یوں ذکر کرتے ہیں، اپنے اشعار میں اپنے مرشد کو خطاب فرماتے ہوئے:

اے شہِ آفاق شیریں داستان بگواز بے نشانی من نشاں

صرف ونحو ومنطقم راسوختی شعلہ عشق خدا افروختی

اخبارِ ادارہ — **مولانا محمد امجد حسین**

ادارہ کے شب وروز

□......۲۶/شعبان، و۴/۱۱/رمضان متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□......۱۴/۲۸/شعبان، اتوار بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجالس منعقد ہوئیں، اب رمضان میں یہ مجالس موقوف رہیں گی۔

□......۲۱/شعبان، اتوار، ادارہ غفران کا سالانہ شورائی اجلاس منعقد ہوا، اجلاس میں بیرونی اراکین جناب حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب (جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا) اور حضرت مولانا محمد زاہد صاحب (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) بھی تشریف لائے، اور مقامی جملہ اراکین بھی شریک تھے، دن گیارہ بجے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی، گزشتہ سال کی تمام شعبوں کی کارکردگی وکارگزاری اور مالیاتی گوشواروں کی مرتب شدہ کاپیاں شرکائے اجلاس کے ملاحظہ کے لئے پیش کی گئیں، اور اجلاس میں پڑھ کر سنائی گئیں، موقع بموقع معزز اراکین نے اس پر تبصرہ وتجزیہ کیا، اظہارِ خیال فرمایا، اور قیمتی آراء وتجاویز پیش فرمائیں، سالِ آئندہ کے اہم تعلیمی منصوبوں پر بات ہوئی، ایک بجے کے قریب اجلاس کا اختتام ہوا، تناول ماحضر کا سلسلہ ہوا، نمازِ ظہر پڑھی گئی، بعدازاں معزز اراکین ومہمان رخصت ہوئے۔

□......۲۱/شعبان بندہ امجد کے عزیز جناب عمر خطاب صاحب مہینہ بھر کرموت وحیات کی کشمکش کے بعد لیڈی ریڈنگ ہسپتال (پشاور) میں وفات پاگئے، ٹیکسلا میں جنازہ وتدفین ہوئی، آپ تعمیراتی کام کے دوران بجلی کا کرنٹ لگنے سے زیرِ تعمیر مکان کی چھت سے نیچے آگرے تھے، ریڑھ کی ہڈی کئی جگہ سے ٹوٹ گئی تھی، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

□......۲۹/شعبان، سوموار، بعد مغرب ہلالِ رمضان کی رؤیت کا اعلان ہونے پر تراویح کا نظم وانتظام شروع ہوا، مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں حسبِ سابق مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) قرآن مجید نماز تراویح میں سنا رہے ہیں، مسجد ادارہ غفران میں مولوی محمد فرحان صاحب، اور ادارہ کے مختلف حصوں میں قاری حبیب اللہ صاحب، قاری محمد طاہر صاحب، قاری عبدالحلیم صاحب، مولانا طارق محمود صاحب، طالب علم محمد شعیب اور بندہ امجد تراویح میں قرآن مجید سنا رہے ہیں، مسجد نسیم میں مولانا محمد ناصر صاحب سنا رہے ہیں، رمضان المبارک میں ادارہ کے تعلیمی مشاغل اور دارالافتاء کے معمولات اوقات کی قدرے ردوبدل کے ساتھ حسبِ سابق جاری ہیں، بحمد اللہ۔

۲۹/شعبان، سوموار، مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) جناب مظہر قریشی صاحب مرحوم (کوہاٹی بازار) کی اہلیہ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔

□......۶/۱۳/رمضان، اتوار دن ساڑھے گیارہ بجے مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) کا جناب مظہر قریشی صاحب مرحوم (کوہاٹی بازار) کے گھر خواتین کے لئے درس ہوا۔

اخبارِ عالم ابورملہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21 / جولائی 2011ء بمطابق ۱۸/ شعبان المعظم 1432ھ: پاکستان: کراچی، محاصرے کے بعد کے ایس سی کے آپریشن معطل، گرڈ سٹیشنوں پر رینجرز تعینات، بجلی کا بحران شدید 22 / جولائی: پاکستان: بلوچستان، او جی ڈی سی ایل کی گاڑی کو بم سے اڑا دیا گیا، 5 ملازم جاں بحق، 8 زخمی 23 / جولائی: ناروے: وزیراعظم ناروے کے دفاتر کے قریب دھماکے، پارٹی اجلاس پر فائرنگ 37 ہلاک پاکستان: دفاعی اداروں میں 56 ارب، ریلوے میں 6 ارب کی بے قاعدگیوں کا انکشاف، قومی اسمبلی میں رپورٹ پیش 24 / جولائی: کراچی، فائرنگ، ہنگامے، متحدہ کے 3 کارکنوں سمیت مزید 11 ہلاک، بس نذرِ آتش، صدر نے متحدہ اور اتحادی جماعتوں سے مذاکرات کے لئے کمیٹی قائم کردی 25 / جولائی: پاکستان: آزاد کشمیر اسمبلی، پیپلز پارٹی نے 8 میں سے 6 مخصوص نشستیں جیت لیں 26 / جولائی: پاکستان: راولپنڈی، طوفانی بارشیں، نالہ لئی بپھر گیا، 5 بچوں سمیت 9 افراد جاں بحق 27 / جولائی: پاکستان: نوشہرہ اور چارسدہ میں سیلابی ریلوں نے تباہی مچادی، درجنوں مکانات منہدم، بارش جاری، 10 جاں بحق 28 / جولائی: پاکستان: وفاقی کابینہ نے پیپکو کے لئے 65 ارب مالی معاونت کی منظوری دے دی 29 / جولائی: پاکستان: سحر وافطار اور تراویح کے اوقات میں لوڈ شیڈنگ نہیں ہوگی، شیڈول جاری 30 / جولائی: پاکستان: سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ کو او ایس ڈی بنانے کا نوٹیفکیشن کالعدم، ایک ہفتے میں بحالی یا نئی تقرری کی جائے، سپریم کورٹ بھٹہ خشت مالکان کا جی ایس ٹی کے خلاف یکم اگست سے بھٹے بند کرنے کا اعلان 31 / جولائی: پاکستان: کوئٹہ مسافر وین پر فائرنگ، 11 جاں بحق، عوام مشتعل، متعدد گاڑیاں تباہ، دکانیں نذرِ آتش یکم/ اگست: پاکستان: پیٹرول 1.09، مٹی کا تیل 1.97، لائٹ ڈیزل 2.13 روپے لیٹر مہنگا 02 / اگست: پاکستان: کراچی میں قتل وغارت گری کی لہر تیز 30 ہلاک، 30، زخمی، 60 موٹر سائیکلیں اور 10 گاڑیاں نذرِ آتش 03 / اگست: پاکستان: سحر وافطار اور تراویح میں بدترین لوڈ شیڈنگ، عوام سڑکوں پر نکل آئے، بجلی 1.04 روپے فی یونٹ مہنگی راولپنڈی بورڈ نے میٹرک نتائج کا اعلان کردیا، کامیابی کا تناسب 59.5 فیصد رہا 04 / اگست: پاکستان: کراچی، مہران بیس حملہ، سابق کمانڈنگ آفیسر سمیت 3 اعلیٰ افسروں کا کورٹ مارشل شروع مصر: حسنی مبارک کی پنجرہ نما وہیل چیئر پر عدالت میں پیشی، قتل، کرپشن الزامات پر فردِ جرم عائد 05 / اگست: پاکستان: کراچی، 6 منزلہ عمارت زمین بوس، کئی افراد جاں بحق 06 / اگست: پاکستان: ایل پی جی 9 روپے کلو مہنگی، گھریلو سلنڈر 1348 روپے کا ہوگیا 07 / اگست: پاکستان: عشرت العباد، قائم علی شاہ، اور بابر اعوان ملاقات، کراچی اور حیدر آباد میں

کمشنری نظام ختم، 2001 کا بلدیاتی نظام بحال۔ گیس نرخ میں 13.55 فیصد اضافے کی منظوری، سی این جی بھی 8 روپے کلو تک مہنگی ہو جائے گی ☜ 08 / اگست: پاکستان: وزیر اعظم نے 5 پی سی او ججوں کی برطرفی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ پولیس کے ہاتھوں نوجوان کی ہلاک، شمالی لندن میں فسادات، عمارتوں پر حملے، لوٹ مار، گاڑیاں نذرِ آتش، کئی اہل کار زخمی ☜ 09 / اگست: پاکستان: طوفانی بارش، ایوانِ صدر، سپریم کورٹ میں پانی داخل، لاہور بھی زیرِ آب، 10 افراد جاں بحق ☜ 10 / اگست: پاکستان: ٹرینیں لیٹ، کوئٹہ ایکسپریس سمیت 46 کو معطل کر دیا گیا ☜ 11 / اگست: برطانیہ میں ہنگامے، لوٹ مار، 3 پاکستانی جاں بحق ☜ 12 / اگست: پاکستان: زیریں سندھ میں موسلادھار بارش ،سینکڑوں دیہات زیرِ آب ، 2 خواتین سمیت 14 افراد ہلاک ☜ 13 / اگست : پاکستان: کراچی، سرفراز قتل کیس، رینجر اہلکار شاہد ظفر کو سزائے موت، دیگر 6 ملزموں کو عمر قید۔ فاٹا میں سیاسی سرگرمیوں کی اجازت، صدر نے اصلاحات بل پر دستخط کر دیئے ☜ 14 / اگست: پاکستان: جی ایچ کیو حملہ کیس، فوجی عدالت سے مرکزی مجرم ڈاکٹر عثمان کو سزائے موت، باقی 4 کو عمر قید۔

(بسلسلہ:اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ تیسرا ایڈیشن) صفحات:448

شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام

’’شوال المکرّم‘‘ کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات

صدقۂ فطر، چاندرات، عید کی نماز، عید کی رسمیں

شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات، ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات

مصنّف:مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ پانچواں یڈیشن) صفحات:556

ذُوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام

اسلامی سال کے بارہویں مہینے’’ماہِ ذی الحجہ‘‘ سے متعلق فضائل ومسائل اور بدعات ومنکرات

ماہِ ذی الحجہ خصوصاً عشرۂ ذی الحجہ، شبِ عید، عیدُ الاضحیٰ

اور قربانی کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے فضائل ومسائل

مؤلف:مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

TAMEER-E-PAKISTAN SCHOOL

تعمیرِ پاکستان سکول

(نیشنل میڈیم)

عصری اور دینی ماہرین اور اہلِ علم کی زیرِ نگرانی

اپنی نوع کا منفرد نظام، ان شاء اللہ تعالیٰ جلد آغاز ہو رہا ہے

سکول کی چند اہم خصوصیات وسہولیات

معیاری تعلیم وتربیت	ابتدائی کلاسوں کے لئے مونٹیسوری اندازِ تعلیم
اعلیٰ تعلیمی اقدار کا بہترین انتخاب	محبِ وطن دینی سوچ پیدا کرنے کا اہتمام
حفظ وناظرہ قرآن کی سہولت (اختیاری)	خوشخطی کا خصوصی انتظام
تفریحی پروگرام	عمدہ ٹیسٹ سسٹم
طلبہ کے مفت طبی معائنہ کی سہولت	پرکشش ماحول
کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ سسٹم	کوالٹی کنٹرول سسٹم
کمپیوٹر کی تعلیم (مطلوبہ کلاسز میں لازمی)	دینی ودنیاوی مہارت یافتہ گورننگ باڈی
بورڈ کے تحت اساتذہ کی باقاعدہ نگرانی وتربیتی نظام	اساتذہ اور طلبہ کے والدین کا اشتراکی تربیتی نظام
اگلی کلاسوں کے لئے Participative طریقۂ تعلیم	تعلیمی اخراجات کم سے کم (No hidden charges)
معاشرے میں عملی غیر نصابی سرگرمیاں	تعلیمی وتفریحی دورے

داخلے کا شیڈول اور شرائط کا جلد ہی اعلان متوقع ہے